وسلموا تسلیما

حفیظ تائب

القمر انٹرپرائزز غزنی سٹریٹ اُردو بازار ○ لاہور

خوبصورت، معیاری کتابیں

القمر انٹرپرائزز

اہتمام: محمد سعید اللہ صدیقی

جملہ حقوق محفوظ

ایڈیشن: مارچ 1996ء

سرورق: تنویر مرشد

مطبع: اے این اے پرنٹرز، لاہور

قیمت: 120 روپے

والدِ محترم الحاج چراغ دین قادری سروری دامت برکاتہ'

کے نام

جن کے گھر کی فضا نے مجھے نعت آشنا کیا

ترتیب

— ارمغانِ حرم (حفیظ تائب کی نعت نگاری) — احمد ندیم قاسمی ۱۱
— دیباچہ — حافظ محمد افضل فقیر ۱۹

— حمد و مناجات
— جو اسمِ ذات ہویدا ہُوا سرِ قرطاس ۴۷
— حمد کب آدمی کے بس میں ہے ۵۱
— زباں پر ہے نام اُس حیات آفریں کا ۵۲
— الٰہی شاد ہوں مَیں تیرے آگے ہاتھ پھیلا کر ۵۴

— درُود و سلام
— ترجمہ بلغ العلیٰ بکمالہٖ ۵۸
— سی حرفی زمزمۂ درُود ۵۹
— سلام بحضورِ سیدِ انام صلّی اللہ علیہ وسلم ۶۹
— صلّی اللہ علیہ وسلم ۷۱

— نُورد ظہُور
— نورد ظہور ۷۵
— میلادالنبیؐ ۸۳
— ولادت باسعادت ۸۵
— صاحبِ خیرِ کثیر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ۸۶
— اے صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ۸۸
— آیاتِ رحمت ۹۰
— یا ایہا المزملؐ ۹۵
— کتابِ مُبین ۹۷
— زرّیں اُفق ۹۸
— مدینۃ الرسولؐ ۹۹
— نورِ منشور ۱۰۴

— نیاز و گداز
— اے ہادیِ دارین مقدر گرِ آفاق ۱۱۱
— بارگاہِ پاک میں پہنچے ثنا کرتے ہُوئے ۱۱۳

— وہ ہادیٔ جہاں جسے کہیے جہانِ خیر ۱۱۵
— جب شامِ سفر تاریک ہوئی وہ چاند ہویدا اور ہوا ۱۱۷
— سو بسو تذکرے اے میرِ اُمم تیرے ہیں ۱۱۹
— رحمتِ حق سایہ گستر دیکھنا اور سوچنا ۱۲۱
— گلوں سے دل کی زمینوں کو بھر دیا تو نے ۱۲۳
— وجد میں آدم ہے اوجِ آدمیت دیکھ کر ۱۲۵
— حسنِ حیات و نورِ بقا اور کون ہے ۱۲۷
— عکسِ عہدِ نبیؐ دکھانے لگے ۱۲۸
— مرکزِ میرے فکر کا وہ نبیٔ محبوبؐ ۱۳۰
— مہرِ صفا کی تجلیوں سے چمک اٹھا ریگزارِ بطحا ۱۳۲
— مزاجِ زندگی ہے سخت برہم سیّدِ عالم ۱۳۴
— پُر کرے گا کون رُوحوں کے خلا یا مصطفیٰ ۱۳۶
— رنگِ فطرت آپ کے فیضان سے نکھرا حضورؐ ۱۳۸
— مہرِ صفا ہو سرِ خواب جلوہ گر اے کاش ۱۴۰
— آپؐ ہیں طغرائے آیاتِ ظہور آقا حضور ۱۴۲
— کتابِ زیست کا عنواں محمدؐ عربی ۱۴۳
— آگئے ہیں جب وہ منبر و محراب سامنے ۱۴۴
— جتنی الجھنیں ہیں، جتنی کلفتیں ہیں میرے بخت کی جتنی خرابیاں ہیں ۱۴۶
— اعزاز یہ سرکار کی سیرت کے لیے ہے ۱۴۸
— آمادۂ شر پھر ہیں ستم گر مرے آقاؐ ۱۵۰
— یکتا ہے ترا طرزِ عمل احمدِ مرسل ۱۵۲
— رُوح کی تسکیں ہے ذکرِ احمدِ مختار میں ۱۵۳
— اعتبارِ نطق ہے گفتارِ خیر الانبیاء ۱۵۴
— دُنیا کے مسئلے ہوں کہ عقبیٰ کے مرحلے ۱۵۵
— کیوں نہ عالم ہو دریوزہ گر آپؐ کا ۱۵۶
— خلق دیتی ہے دُہائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ ۱۵۷
— نورِ نگاہِ خلق ہو، رنگِ رُخِ حیات ہو ۱۵۸
— اے شاہِ دیں! نجات کا عنواں ہے تیری یاد ۱۵۹
— خوش ہوں کہ میری خاک ہی احمد نگر کی ہے ۱۶۰
— منوّر ہو گیا عالم کا سینہ ۱۶۱
— کس نے پایا ہے جہاں کی رہنمائی کا شرف ۱۶۲
— دلِ محزوں میں یادِ مصطفیٰ ہے ۱۶۴
— شرحِ غم ہے اشکِ خوں میں اے شہنشاہِ مدینہ ۱۶۶
— محبوبِ کردگار ہیں آقائے نامدار ۱۶۷

— دُنیائے دِل ہے زیر و زبر سیّدُ البشر ۱۶۹
— ادراک سے پرے ہے مقامِ شہِؐ عرب ۱۷۰
— دیارِ محبوبؐ کے مسافر ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھنا ۱۷۱

— قُربِ وحضُور

— سرچشمۂ عطا درِ خیرالورٰی کی خیر ۱۷۵
— مدینے کی جنّت مرے سامنے ہے ۱۷۷
— حاضر ہے درِ دولت پہ گدا سرکارؐ توجہ فرمائیں ۱۷۹
— سامنے ہیں سیّدِؐ ابرار اللہ الصمد ۱۸۰
— دِلوں کا شوق، رُوحوں کا تقاضا گُنبدِ خضرا ۱۸۱
— حفیظ تائب کے لیے ———— عبدالعزیز خالد ۱۸۳

وسلموا تسلیما

ارمغانِ حرم
حفیظ تائب کی نعت نگاری

احمد ندیم قاسمی

چودھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں جن نعت نگاروں نے اُردو نعت کو موضوع اور مواد کے معاملے میں نئے انداز سے سجایا اور سنوارا ہے، ان میں حفیظ تائب کا نام بوجوہ، غیر معمولی حد تک نمایاں ہے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجودِ گرامی سے شدید عشق کے علاوہ ان کی زندگی بخش اور زندگی افروز تعلیمات کو بھی اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے اور یوں صنفِ نعت کی حدود کو آفاق گیر حد تک پھیلایا ہے۔ اس پھیلاؤ نے نعت کو موضوع و اظہار کی جو وسعتیں عطا کی ہیں، ان کی جھلک اُردو نعت میں اس سے پہلے ذرا کم کم ہی دکھائی دیتی تھی۔ اس کے باوجود اُس قدیم نعت کا بھی ایک اپنا معیار اور کردار ہے اور اس کی اپنی منفرد افادیتیں بھی ہیں، مگر حفیظ تائب نے صنفِ نعت پر بعینہٖ وہی احسان کیا ہے، جو غالب، اقبال، اور آج کے بعض نمایاں شعرا نے غزل پر کیا ہے کہ اسے "عورتوں سے گفتگو" کے معیار سے بلند کر کے ہمہ گیر انسانی اور سماجی مسائل کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ حفیظ تائب کی نعت عشقِ رسولؐ سے بھی منور ہے اور ساتھ ہی پیغامِ نبوت سے بھی کسبِ نور کر رہی ہے۔ یوں سمجھیے کہ حفیظ تائب کی نعت حضور علیہ السلام کے وجودِ گرامی کی کائنات گیری کا اظہار ہے۔

• اس مجموعۂ نعت کے بارے میں یہ تحریر حضرتِ احمد ندیم قاسمی نے سفرِ حج کے دوران حرمِ نبویؐ میں آغاز کی اور مکہ معظمہ میں اختتام کو پہنچی۔ اس لیے اسے "ارمغانِ حرم" کا عنوان دیا گیا ہے۔

حفیظ تائبؔ کے زیرِ نظر مجموعۂ نعت "وسلموا تسلیما" میں حمد و مناجات کے باب کے تحت ایک دُعائیہ شعر وارد ہوا ہے ؎

زوال آمادہ ہیں ہر چند اعصاب و قویٰ پھر بھی ،
جواں رکھ میرے جذبوں کو، مرے لفظوں کو اُجلا کر

میرے اندازے کے مطابق حفیظ تائبؔ کی یہ دُعا قبول ہوتی ہے بلکہ زیادہ ہی قبول ہوتی ہے کہ ان کے جذبوں میں صرف جوانی ہی نہیں نوجوانی کی حدّتیں ہیں اور ان کے الفاظ اُجلے ہی نہیں بلکہ ان میں سے عقیدت و اعتماد کا اُجالا پھُوٹتا ہُوا محسوس ہوتا ہے۔

اِس مجموعے میں صرف غزلیہ ہیئت کی نعتیں شامل نہیں ہیں بلکہ نعتیہ نظمیں بھی ہیں، آزاد نعتیہ منظومات بھی ہیں، قصائد بھی ہیں اور نئی نئی بحروں کے تجربے بھی ہیں۔ یُوں سمجھیے کہ حفیظ تائبؔ کے ہاں جذبے کا اِتنا وفور ہے کہ اُنھوں نے شاعری کی ہر صنف کو اس وفور کے اظہار کے لیے آزمایا ہے اور ان تجربات کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہُوئے ہیں۔ اصل میں ان کے ہاں نعتیہ موضوعات کا اِس قدر تنوع ہے کہ انھیں "وسعتِ بیاں" کی ضرورت محسوس ہُوئی اور وہ محض ایک ہیئت کی "تنگنا" سے نکل گئے۔ لُطف کی بات یہ ہے کہ اصنافِ اظہار میں اِس پھیلاؤ نے ان کے متنوع موضوعات کو بوقلموں بنا دیا ہے۔ نعتیہ نظم میں جذبات و خیالات کی دھنک دکھائی دے رہی ہے —— اور دھنک بھی ایسی جس کے رنگ پُختہ اور دائمی ہیں۔

حفیظ تائبؔ نے کسی زمانے میں نہایت خوبصورت غزلیں بھی کہیں بلکہ اُن کا فن غزل ہی میں جوان ہوا۔ یُوں وُہ غزل کے تربیت یافتہ نعت نگار ہیں اور اِسی لیے ان کے ہاں اظہار کی پختگی اعجاز کی حدوں کو چھُوتی ہُوتی محسوس ہوتی ہے۔ ایک غزل گو اور نعت نگار کے لیے آزاد نظم کہنا ذرا مُشکل ہوتا ہے، جس طرح سراسر آزاد نظم کہنے والے ن۔م۔ راشد نے اپنے دوسرے مجموعۂ کلام "ایران میں اجنبی" میں اپنی چند غزلیں درج کرکے یہ ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ عُمر بھر آزاد نظم کہتے رہنے کی وجہ سے راشد کا سا

بڑا شاعر بھی صنفِ غزل کے مطالبات سے کتنی دُور نکل گیا تھا، چنانچہ غزل اُس کا میدان ہی نہیں رہا تھا۔ مگر حفیظ تائبؔ عُمر بھر پابند شاعری کرتے رہنے کے باوجود آزاد نظم میں بھی ہر لحاظ سے کامیاب رہے ہیں۔ ان کی ایک ہی نظم "زرّیں اُفق" دیکھ لیجیے، جس کا موضوع آستانۂ نبوّت ہے اور جو جُملہ فنّی معیاروں کے مطابق ایک گھٹی ہُوئی اور مکمّل نظم ہے۔ ایک اور نظم "نور و ظہور" ہے۔ اس کے چھ ذیلی عنوانات ہیں، مگر یہ سب نظمیں ایک وحدت کی لڑی میں پروئی ہُوئی ہیں۔ آزاد شاعری میں اظہار کی جو آزادی ہے، اس سے تائبؔ نے یہاں بھرپُور فائدہ اُٹھایا ہے۔ چھ ذیلی عنوانات کے تحت ہر نظم بجائے خود ایک وحدت ہے، مگر یہ سب نظمیں اس طرح مربُوط ہیں کہ ایک بڑی نظم کی تکمیل میں حصّہ دار ہیں اور اس نظم کو، جو آزاد ہونے کے باوجود ایک طرح سے پابند بھی ہے، نعتیہ شاعری کی معراج قرار دیا جا سکتا ہے۔

آزاد نظم کے علاوہ حفیظ تائبؔ نے ان نئی بحور میں بھی چند نعتیں کہی ہیں، جو پنجابی شاعری میں تو مستعمل ہیں، مگر اُردو کے لیے اجنبی ہیں۔ اِس مجموعے میں "صاحبِ خیرِ کثیر" کے عنوان سے جو نعتیہ سانیٹ شامل ہے، اس میں پنجابی شاعری کے شاہکار "ہیر وارث شاہ" کی بحر برتی گئی ہے۔ یہ بحر پنجابی لہجے سے تو پوری طرح ہم آہنگ ہے، مگر اس بحر میں اُردو شاعری کرنے پر صرف قادر الکلام شعراء ہی حاوی ہو سکتے ہیں، اور حفیظ تائبؔ نے اس قادر الکلامی کا غیر فانی ثبوت مہیّا کر دیا ہے۔ یہ سانیٹ اس بحر میں اس حُسن اور سلیقے سے مکمّل ہُوا کہ اُردو میں سانیٹ نویسی کی زوال پذیر روایت ایک بار پھر زندہ کر دی گئی ہے۔ "ہیر" کی دشوار بحر میں حفیظ تائبؔ نے ایک نعت بھی (جتنی اُلجھنیں ہیں، جتنی کلفتیں ہیں) اسی مہارت سے لکھی ہے۔ اِس بحر کا انداز نہایت لطیف اور سہج سہج سا ہے، جیسے شاعر جس طرح پڑھنے سُننے والوں کو متاثر کر رہا ہے، اسی طرح خود بھی متاثر ہو رہا ہے۔ وہ ہر لفظ نہایت سوچ سمجھ کر، ادب کے ساتھ اَدا کر رہا ہے —— رُک رُک کر،

جُھوم جُھوم کر ——— کہ اظہار بھی بے داغ رہے، کوئی گُستاخی بھی سرزد نہ ہو اور حق بھی ادا ہو جائے، اس لحاظ سے یہ بحر نہایت مؤثر ہے۔ اسی طرح پنجابی کے منظوم قصّوں کی ایک مقبول بحر (فعلن فعلن فاعلن، فعلن فعلن فع) بھی ایک نعت میں برتی گئی ہے (مرکز میرے فکر کا وُہ مکّی محبوبؐ)۔ یوں اظہار کے تنوّع نے حفیظ تائبؔ کو یہ نئی بحریں آزمانے پر اُکسایا ہے اور قطعی غیر شعوری طور پر انھوں نے اُردو کی مروجہ مقبول بحروں میں کارآمد اضافے کرنے کا آغاز کیا ہے۔

مَیں حفیظ تائبؔ کی قادر الکلامی کے تذکرے میں اس نکتے کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے طویل اور بھاری بھرکم الفاظ پر مشتمل ردیفوں سے ہمیشہ چڑ رہی ہے، مگر حفیظ تائبؔ نے اس نوع کی ردیفوں کے جواز کے ایسے قرینے پیش کیے ہیں کہ مجھے اپنا یہ نقطۂ نظر باطل ہوتا ہُوا محسوس ہوا ہے کہ طویل یا بوجھل ردیف شاعر کے خیالوں کے لیے زنجیر بن جاتی ہے۔ ذرا "زمیں جگمگائی فلک جگمگایا"، "ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھنا" "سرکار توجہ فرمائیں" اور "دیکھنا اور سوچنا" کی ردیفوں والی نعتیں ملاحظہ کیجیے اور "کتابِ پیغمبرؐ" اور "اللہ الصمدؐ" کے ساتھ ہی اِن ردیفوں کی نعتیں بھی پیشِ نظر رکھیے: سیّد البشرؐ، آقا تے نامدار مصطفٰےؐ، یا مصطفٰےؐ، سیّدِ عالمؐ، آقا حضورؐ، خواجۂ لولاکؐ، شاہِ اُممؐ، ختمِ رُسلؐ، سرورِ دیںؐ ——
اِن ردیفوں کے ساتھ اتنی مکمل اور موثر نعتیں کوئی قادر الکلام شاعر ہی کہہ سکتا ہے اور حفیظ تائبؔ نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کا قلم ہر رکاوٹ کو پانی کرتا چلا جاتا ہے۔

پھر حفیظ تائبؔ نے پنجابی شاعری کی مشہور صنف "سی حرفی" کو بھی کمال مہارت سے ایک طویل نعت میں برتا ہے۔ اُردو کے قارئینِ شاعری کو مختار صدیقی مرحوم نے "سی حرفی" سے متعارف کرایا تھا، مگر حفیظ تائبؔ نے اپنی "سی حرفی" میں یہ اپج برتی ہے کہ مروجہ سی حرفیوں میں تو ہر بند ایک حرفِ تہجی کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور اسے ی تک تمام حروف کو ترتیب کے ساتھ بند کے آغاز میں لایا جاتا ہے، مگر حفیظ تائبؔ ان حروفِ تہجی کو اسی ترتیب کے ساتھ ہر بند کی ردیف کے آخری حرف کے طور پر لاتے ہیں اور یُوں اس صنف میں ایک طرح سے وسعت پیدا کی

ہے اُن کی اس "سی حرفی" کا نام "زمزمۂ درود" ہے۔ اس میں اُنھوں نے عشقِ رسولؐ کا اظہار اتنی روانی اور آہنگ کے ساتھ کیا ہے کہ اس کے لیے "زمزمے" کے عنوان کا جواز بغیر کسی تردّد کے سمجھ میں آجاتا ہے۔

اپنی نعتوں میں بھی حفیظ تائبؔ کا لہجہ وہی ہے، جو وہ عام زندگی میں برتتے ہیں۔ مجال ہے جو کوئی ایک لفظ بھی اُونچی آواز میں اَدا کریں۔ اِس نرم گُفتاری نے ان کی نعت کو بھی سجایا ہے حضورؐ کے ساتھ عشق و عقیدت کی انتہائی شدّت کے اظہار میں بھی وہ اُونچا نہیں بولتے، ورنہ بیشتر شعراء تو اس مقام پر باقاعدہ نعرہ زن ہوجاتے ہیں۔ اُن کا ایک شعر ہے ؎

ذہن میں رکھ آیۂ لا ترفعوا اصوات کو
بات کر طبعِ پیمبرؐ کی نفاست دیکھ کر

طبعِ پیمبرؐ کی اس نفاست کو اُنھوں نے نہ صرف اپنی نعتوں کے ایک ایک لفظ میں، بلکہ عام زندگی میں بھی، بڑے التزام کے ساتھ پیشِ نظر رکھا ہے۔ یہ نرم لہجہ بڑا ہی گمبھیر ہے، جیسے حضورؐ کے ارشادات و فرمودات کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوکر تہوں سے موتی چُنے جانے کا عمل جاری ہے، ایک جگہ کہا ہے

؎ میری گراں بہا متاع
عشقِ حبیبِؐ کبریا

اور یہ متاع اس انتہائی گراں بہا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا میرے لیے دُشوار ثابت ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عشق حفیظ تائب کی رگوں میں خون کی طرح رواں ہے۔ بھلا اِس عشق کی کوئی حد کہاں دستیاب ہو جو اس اعتراف سے بھی گریز کی ضرورت نہ سمجھے کہ ؎

کھڑا بابِ کعبہ پہ ہوں اور تائبؔ
پیمبرؐ کی صُورت مرے سامنے ہے

یُوں تو حفیظ تائب کا تمام تر نعتیہ کلام وجد آفریں ہے، مگر نعتیہ قصیدہ کہتے ہُوئے ان پر جو وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے، وُہ اپنا جواب آپ ہے۔ "نورِ منشور" اس کی ایک مثال ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شاعر محبوبِؐ خدا اور اپنے

وسلموا تسلیما

مرکزِ فکر کے حضور حاضر ہے اور ان کی مدح میں یوں رطب اللسان ہے جیسے عبادت کر رہا ہے۔ نظم "آیاتِ رحمت" میں حفیظ تائبؔ نے آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ کو اتنی بلاغت سے پیش کیا ہے، جیسے ایک ایک شعر میں ایک ایک نعت سمو دی گئی ہے۔

حفیظ تائبؔ کی نعت نگاری کی ایک اور خصوصیت ان کا عصری شعور ہے جس کے حوالے سے وہ آنحضرتؐ کے حضور فریاد کناں ہوتے ہیں۔ وُہ نعت میں اس شعور کو اتنے کمالِ فن سے تحلیل کرتے ہیں کہ نعت تو نعت ہی رہتی ہے مگر پڑھنے سُننے والا، اپنے گرد و پیش سے آگاہ ہوتا چلا جاتا ہے اور عالمِ اسلام پر چھائی ہوئی ادبار کی گھٹاؤں کے خلاف اس کے اندر وُہ شدید جذبہ بیدار ہوتا ہے، جو حضورؐ کی تعلیمات سے توانائی حاصل کرتا ہے۔ پڑھنے والوں کو عصری مسائل کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دینا بجائے خود ایک بڑا کارنامہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں زوال جبھی آتا ہے، جب وُہ اپنے ذہن سے سوچنا ترک کر دیتے ہیں اور حضورؐ کی تعلیمات کو فراموش کرنے کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ حفیظ تائبؔ نے جس درد و کرب سے اُمّتِ مسلمہ کا مقدمہ حضورؐ کے سامنے پیش کیا ہے اس سے مجھے مولانا ظفر علی خاں مرحوم یاد آ جاتے ہیں کہ ان کی بیشتر نعتوں کا بنیادی نکتہ بھی یہی ہے۔ اِس انداز کی نعتوں میں بطورِ خاص یہ نعتیں بے حد موثر اور کامیاب ہیں ؎

مزاجِ زندگی ہے سخت برہم سیّدِ عالمؐ

اور

آمادۂ شر پھر ہیں ستم گر مرے آقاؐ

غزل کی ہیئت میں کہی جانے والی نعتوں میں حفیظ تائبؔ آج بھی ہمیشہ کی طرح، دلوں میں اُتر جانے والے اشعار کہہ رہے ہیں ؎

پہلی ساری نبوتوں کے کمال
جمع ہیں آخری رسالت میں

وسلموا تسلیما

ان کے رستے میں جب قدم اُٹھے
سنگِ رہ حوصلہ بڑھانے لگے

بارگاہِ پاک میں پہنچے ثنا کرتے ہُوتے
مدّعا پایا ہے عرضِ مدّعا کرتے ہُوتے
تھام کر دامن کو ان کے بے محابا رو دیا
مَیں کہ گھبراتا تھا ان کا سامنا کرتے ہُوتے

ہیں تری ذات پہ سو ناز گنہگاروں کو
کیسے بے ساختہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے ہیں

گُلوں سے دل کی زمینوں کو بھر دیا تُو نے
ضمیرِ تیرہ کو گلنار کر دیا تُو نے!

نورِ نگاہِ خَلق ہو، رنگِ رُخِ حیات ہو
زینتِ عرش و فرش ہو، رونقِ شش جہات ہو

یہی وُہ مقام ہے جہاں حفیظ تائبؔ کی نعت عصرِ رواں کی نعتیہ شاعری کا عنوان قرار پا جاتی ہے۔

مدینہ منوّرہ - مکّہ مکرمہ
۱۶ر جون تا ۲۶ر جون ۱۹۸۸ء

احمد ندیم قاسمی

وسلموا تسلیما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

حافظ محمد افضل فقیر

اللہ ربُّ العزّت نے جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتِ عالم بنا کر بھیجا ہے۔ عالم اَن گنت ہیں؛ ہر نوعِ خلق کا عالم جُدا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک قطعۂ ارض پر آباد دس افراد دس مختلف عالموں کے مکیں ہوں۔ پھر ہر لمحہ ایک عالم وجود میں آتا ہے اور دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اس طرح عوالم کے ایجاد و اعدام کا ایک سلسلہ جاری ہے؛ نظریات و خیالات کا بھی عالم ہے اور ایسے عالم بھی ہیں، جو ہنوز ورائے ادراک ہیں۔ بہرحال ہم جس عالم کا بھی تصور کر سکتے ہیں، جنابِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اس کے لیے پہلے سے موجود ہے۔ پھر انتہائے عنایتِ ربانی دیکھیے کہ ہنوز عالم کا وجود متصوّر نہیں، مگر حضور فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اسے نوازنے کے لیے جلوہ فرما ہے۔ عالمِ اسلام پر جب بھی دورِ ابتلا آیا، آپ کی رحمت نے افرادِ اُمّت کے دیدہ و دل کی تسکین فرمائی۔ بالفاظِ دیگر آپ کی ردائے رحمت ہم ستم زدگانِ گردشِ ایّام پر برابر برتنی رہتی ہے اور یہ سلسلہ ابدالآباد تک جاری رہے گا۔ زمان و مکاں ختم ہو جائیں گے، مگر رحمتِ عالم کی فیض رسانی جاری رہے گی کہ حشر و نشر بھی تو عالم ہی کے تحت آتے ہیں۔ جب رحمت کی کرن آفت رسیدگانِ روزگار پر پڑتی ہے اور غبارِ کلفت دُھل جاتا ہے تو وہ لطیف ارواح، جن کی قوّتِ مدرکہ پاکیزہ ہوتی ہے، کسی حد تک اس رحمت کا ادراک کر لیتی ہیں اور بطورِ سپاس جنابِ رسالت مآبؐ کے حضور مدحت سرا ہو جاتی ہیں۔ قلوب آپ کی محبت، تعظیم اور طاعت سے سرشار ہو جاتے ہیں؛

خوش نصیب افرادِ آپ کے اسوۂ مبارکہ کے اتباع کی دعوت دیتے ہیں اور یُوں سیرتِ نبویؐ پر نظم و نثر کے تابناک شہپارے وجود میں آتے ہیں۔ انفرادی و اجتماعی طور پر نعت کے محرکات یہی ہیں۔

نعت کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن اور انھیں فروغ دینے والے نفوس کا تجزیہ لابُدی ہے کہ نعت اور نعت گو حضرات کی امتیازی و انفرادی حیثیت مبرہن ہو سکے۔ اس بحث کے تحت درج ذیل حقائق آئینۂ ادراک میں متشکل ہوتے ہیں:

ا۔ شاعر کی شخصیت اور کلام ہر دو عظیم ہوتے ہیں۔

ب۔ سخنور کا کردار غیر معیاری ہوتا ہے، مگر کلام اعلیٰ اور رفیع ہوتا ہے؛ گویا شخصیتِ شاعر اس کے کلام سے منفک ہوتی ہے۔

ج۔ شاعر کی شخصیت قابلِ احترام ہوتی ہے، مگر اشعار میں کہیں کہیں ابتذال در آتا ہے۔

د۔ شعر و شاعر ہر دو سبک ہوتے ہیں۔

پہلی شق فطرت کے عین مطابق ہے کہ اس میں شخصیت و کلام لازم و ملزوم ہیں؛ ان کے پس منظر میں پاکیزگیٔ کردار اور صفاتِ باطن کا عنصر کارفرما نظر آتا ہے اور یہ کیفیت اہل اللہ کے مقامات کی مظہر ہے۔

دوسری صورت قدرے وضاحت طلب ہے کہ اس میں شاعر اپنی شخصیت کے معائب سے یکسوئیٔ خیال کے ذریعے نکلتا ہے اور بالآخر اس روحانی فضا تک جا پہنچتا ہے، جس پر زمین کے منفی متعلقات اثر انداز نہیں؛ یہ ارتقائے فکر کے ثمرات ہیں اور فطرتِ الٰہیہ نے سارے عالمِ انسانیت کو یکساں طور پر ان کمالات سے نوازا ہے۔ بایں ہمہ ہر دو صورتوں میں ایک حدِ فاصل بھی متعین ہے، جو نصِ قرآنی سے مستنبط ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

ترجمہ : بے شک زمین اور آسمانوں کی تخلیق اور شب و روز کے اختلاف میں ارباب دانش کے لیے نشانیاں ہیں، جو اُٹھتے بیٹھتے اور پہلوؤں پر لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں فکر کرتے ہیں۔

آیۂ مذکورہ ایک عظیم حقیقت کی نشاندہی کر رہی ہے وہ یہ کہ مسلّمات و حقائق کے عالم تک رسائی صرف ان اربابِ دانش ہی کو میسر آسکتی ہے، جو ذکرِ الٰہی کی کیفیات سے بہرہ ور ہونے کے بعد انفس و آفاق میں فکر کرتے ہیں نتیجۃً انھیں گہر ہائے معنی تک دسترس نصیب ہو جاتی ہے۔

پہلی صورت میں ذکر کی کیفیت اور فکر کی لطافت کا امتزاج ہے، جس کی تائید منصوص ہے، جب کہ دوسری صورت میں فکر کی رسائی تو موجود ہے، مگر ذکرِ ربّانی کی تائید کا فقدان ہے۔ تیسری صورت، جس میں کلام ایک شاعر کی شخصیت کی کامل عکاسی نہیں کرتا، اس میں شاعر کے مستغنیانہ طرز فکر اور بے پروا خرامی کا عمل دخل ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ فنِ شعر کے آداب اور مقتضیات سے صرفِ نظر کرتا ہے۔ بالفاظِ دیگر ذائقے کی تبدیلی کے باعث سہواً یا قصداً اس کے کلام میں گاہے گاہے سوقیانہ پن رونما ہوتا ہے۔ چوتھی کیفیت عامیانہ ہونے کے سبب خارج از بحث ہے۔

ان تمام امور کا تذکرہ اِس لیے ضروری تھا کہ صنفِ نعت اور نعت گو حضرات کے امتیازی مقام کو واضح کیا جائے اور ان کی جداگانہ ہئیت متعیّن ہو۔ دیگر اصنافِ سخن کی طرح نعت اور نعت گو کے باہمی ربط کا تجزیہ بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ شاعر کے کردار کی پاکیزگی، صفائے باطن اور اخلاصِ عمل کی تاثیرات اس کے پیکرِ نعت میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ ایک صاحبِ ذوق عارف کسی صنفِ سخن میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرے، متصوفانہ نظریات سے اس کا کلام لبریز نظر آئے گا۔ پھر صنفِ نعت تو باطنی ارادت کی عظیم ترین ترجماں ہے۔ ایک مرتبہ مولینا غلام قادر گرامی نے علامہ اقبال علیہ الرحمہ کو لکھا کہ حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدّس سرّہ کی زمین میں شعر لکھنے کے لیے ان کا وجدان اور تقویٰ کہاں سے لاؤں۔ معلوم ہوا کہ عظمتِ تقویٰ اور بلندی

کردار شہپارۂ نظم پر اس طرح متجلی ہوتے ہیں کہ پھر اس کی تقلید بھی از قبیل محالات ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ عمومی طور پر دیگر نعت گو حضرات بھی ہیں۔ ان کی کاوش بھی قابل ہزار تحسین ہے کہ ان کے سینوں میں اقرار توحید و رسالت موجود ہے، جو معارفِ نعت کا مخزن ہے، پھر اس کے ساتھ احساسِ گناہگاری بھی ہے، جو توبہ و انابت کی اصل ہے اور احساسِ ندامت ایک ایسا لامحۂ نیاز ہے، جس کی سرحدیں الطافِ ذاتِ لم یزل کو ماس ہیں۔ ویسے بھی ہر کلمہ گو پر واجب ہے کہ اپنے ولیِ نعمت کا سپاس گزار رہے۔ ہر وہ اُمتی، جس کی زبان یا قلم سے کوئی مدحیہ کلام بہ صورتِ نظم و نثر صادر ہو ایک سپاس گزار ناعت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے کرم فرما ڈاکٹر ریاض مجید کو ہمیشہ خرم و خوشدل رکھے، موصوف سے فیصل آباد میں ملاقات ہوئی تو فقیر نے انھیں اس نظریے کا کہ کلام منظوم ہو یا منثور، نعتِ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے، سب سے پہلا مؤید پایا۔ سبحان اللہ! کیا اندازِ ارادت اور کیسی بلندیٔ خیال ہے۔ ان کے اس موقف کی اساس مجھے شمائلِ ترمذی میں نظر آئی۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ مُبارک تفصیل سے بیان کرنے کے بعد آخر میں یوں فرمایا ہے: یَقُوْلُ نَاعِتُہٗ لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ۔ یہاں لفظِ ناعت محلِ تعمیم میں داخل ہے اور کسی منظوم کلام لکھنے والے پر اس کا حصر نہیں۔

مداحانِ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف و امتیاز اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ کلامِ الٰہی میں جس زمرۂ شعراء پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ سورۂ شعراء کی آخری آیات، جن میں اہلِ سخن کی مذمت اور استثناء مذکور ہے، کا متن اس طرح پر ہے:۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ
كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ

كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ط وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ٥

ترجمہ : اور گمراہ لوگ شاعروں کی پیروی کرتے ہیں ۔ اے مخاطب! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں ، جو کرتے نہیں ، مگر جو لوگ ایمان لائے ، اچھے کام کیے اور انھوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا پھر بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہُوا اس کا بدلہ لیا اور عنقریب وہ لوگ ، جنھوں نے ظلم کیا ، جان لیں گے کہ انھیں کس جگہ لوٹ کر جانا ہے ۔

صاحبِ رُوح المعانی علامہ الوسی بغدادی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوتے یوں رقم طراز ہیں :-

حضرت عبداللہ بن رواحہ ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم بارگاہِ نبویؐ میں باچشمِ نمناک حاضر ہو کر گویا ہوتے : حق تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہم شعرا میں ہم تو ہلاک ہوگئے ، پھر اللہ تعالیٰ نے آیتِ استثناء اُتاری تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں بُلایا اور اس آیت کو اُن پر تلاوت فرمایا ۔

اِس سے آگے آیتِ استثناء کی تفصیل مزید صاحبِ روح المعانی ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں :-

(اِس آیت میں) نیک اہلِ ایمان شعراء کی استثناء ہے ، جو خداوندِ بزرگ و برتر کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں ، ان کے اکثر اشعار توحید اور حمدِ باری تعالیٰ میں ہوتے ہیں ۔ ان میں طاعت ، حکمت ، موعظت اور دنیوی امور سے احتراز کی ترغیب ہوتی ہے ۔ دُنیا کے فانی فوائد میں ابتلاء ، اس کے مزخرفات پر فریفتگی اور اس کی وابستگی سے ڈرایا جاتا ہے اور جو اُمور اللہ تعالیٰ کے ہاں (باقی رہنے والے) ہیں ، ان کا شوق دلایا جاتا ہے ۔ جنابِ رسالتمآبؐ کے محاسن و محامد اور آپ کے معجزات کا ذکر ہوتا ہے تاکہ سامعین کے

سویدائے قلب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت موجزن ہو اور ان کا ولولہ و جوش آپ کے اتباع، اہلِ بیت عظام رضؓ، صحابہ کرامؓ اور صلحائے اُمت کی توصیف و ثنا کے بیان میں افزوں ہو۔[۱]

اُردو اور فارسی کے کلاسیکی شعراء نے اس امر کا التزام کیا تھا کہ اپنے دواوین کا آغاز حمد و نعت سے کرتے اور اس کے بعد غزلیات لکھتے؛ مثنوی نگاری میں بھی یہی اہتمام تھا کہ حمد و نعت کے بعد متعلقاتِ موضوع پر اظہارِ خیال کیا جاتا تھا۔ شعرائے اُردو نے صنفِ نعت کے ابتدائی دورِ ارتقاء میں صلوٰۃ و سلام پر مبنی اشعار لکھے، جو محافلِ نعت اور مجالسِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زینت و تنویر کا موجب بنے، یوں عامۃ المسلمین اور متوسط درجہ کے خواندہ طبقہ کی ایمان افروزی اور جلائے قلبی کا سامان مہیّا ہوا۔ غلام امام شہید کا نام اس ضمن میں سرِ فہرست ہے۔ ظاہر ہے، قصیدہ مثنوی، طویل منظومات اور بلند پایہ مضامینِ سیرت، جو خاصی حد تک عام ذہن سے بالاتر ہیں، جداگانہ مقام و محل کے متقاضی تھے۔ امیر مینائی اور محسن کاکوروی دونو بزرگ اس میدان میں سابق بالخیرات ہیں۔ مولانا کفایت علی کافی، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے معاصرین نے گلزارِ نعت کو علم و آگہی اور عشق و شیفتگی کے گلہائے رنگ رنگ سے آراستہ کیا۔ مولانا الطاف حسین حالی نے مسدس لکھ کر اس روش کو درخشندہ تر کیا؛ اس زار نالی نے اہلِ اسلام کے سینوں میں بیداری کی ایک لہر دوڑا دی اور افرادِ امت میں اسلامی شان و شوکت کی بازیابی کے لیے ایک تحریک پیدا کی۔ مسدس کے اشعار کا پس منظر قرآنی آیات احادیثِ مُبارکہ، حقائقِ کائنات اور شواہدِ تاریخ سے تابناک ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی شاعری کا منبع و مصدر بھی سنتِ نبوی کا اتباع، زندگی کو سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالنے کا عزمِ صمیم، اسلامی اقدار کا احیا اور مسلسل جد و جہد ہے۔ ظفر علی خاں مرحوم کا نعتیہ

---

[۱] ترجمۂ متنِ تفسیر روح المعانی پارہ ۱۹-۲۰، صفحہ ۷۴، مطبوعہ بیروت

کلام، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ارادتِ قلبی اور دردمندیِ باطن کا حسین و جمیل مرقع ہے۔ اس کلام کے علاوہ دوسری منظومات، جن کا موضوع تحفظِ ناموسِ ختمِ نبوت ہے، اردو ادب کے زندۂ جاوید شہکار ہیں۔ حفیظ جالندھری کا شاہنامہ تاریخ اسلام کے واقعات اور عہدِ نبوی کے غزوات کو اس طرح روشن کرتا ہے کہ ان کی شان و شوکت قاری کے نہاں خانۂ قلب میں اترتی چلی جاتی ہے —— یہ سب تجلیاتِ نعت ہیں، جو محامدِ مصطفویہ کے انوار سے مستفاد ہیں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبرِ انسانیت بن کر عالمِ امکاں میں تشریف لائے؛ قرآنِ حکیم کے کلماتِ قدسیہ : قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا اس حقیقت کے ترجماں ہیں۔ مذکورہ بالا ارشادِ ربانی سے یہ مفہوم روزِ روشن کی طرح اُبھرتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ اطہر میں عالمِ انسانیت کو پیش آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ عصرِ حاضر میں مادے کے تجربات اپنے عروج پر ہیں، جن کے باعث انسانیت کے سر پہ ہلاکت انگیزیوں کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ہر سخن ور، صاحبِ طرز ادیب اور صحافی اس للکار کا مقابلہ کرنا اپنا فرضِ منصبی سمجھتا ہے۔ حیاتِ بشری کی بقا، اقدارِ انسانی کی نگہداشت اور خیر خواہیِ اولادِ آدم دَورِ حاضر کے دل گداز اور جاں گسل مسائل ہیں۔ شاعر جب قلم اُٹھاتا ہے، تو اس کا لاشعور اسے اِن گتھیوں کو سلجھانے کی دعوت دیتا ہے۔ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم محسنِ انسانیت ہیں اور حضور کی ذاتِ اقدس و اطہر میں انسانیت نوازی کے تمام جواہر پوری شان کے ساتھ جلوہ ریز ہیں، لہٰذا دورِ حاضر کا نعت گو انسانیت کی دم توڑتی اقدار کے لیے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی کی بھیک مانگتا ہے اور شکستگیِ خاطر کی مداواطلبی کرتا ہے۔ یہ امر اہم ہونے کے ساتھ نازک تر بھی ہے اور بے حد احتیاط کا متقاضی بھی۔ اِس بات کا اندیشہ ہر وقت لاحق رہتا ہے کہ نعت گو شاعر انسانیت کی غمخواری اور امن و آشتی کی علمبرداری میں کہیں عزم و ہمت کو بے دست و پا نہ کر دے اور قوم کو رکود و تعطل کی طرف

نہ لے جائے، جس سے اسلام کی مجاہدانہ روح مجروح ہو جائے کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل منصوص ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیسی عمدگی سے اس مقام کی نوعیت کو واضح فرمایا ہے ؎

دلبری بے قاہری جادوگری است
دلبری با قاہری پیغمبری است

ارضِ پاک کا یہ دَور، نعت کا دَور ہے۔ انفرادی و اجتماعی طور پر دفعِ ابتلاء کی خاطر ہر لمحہ بوساطتِ نعت تگ و تاز جاری ہے، کم و بیش تمام ملکی رسائل و جرائد نعتیہ کلام کے انوار سے تابناک ہیں اور صنفِ نعت ادبی حیثیت سے ارتقاء کے اس بلند مقام تک جا پہنچی ہے کہ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی؛ ہم اسے از روئے ایماں التفاتِ جنابِ فخرِ موجودات سمجھتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقاماتِ سیرت اور مکارمِ اخلاق کا احاطہ ناممکن ہے۔ اُمتِ مسلمہ اگر تا قیامت آپ کے شمائل و محامد تحریر کرتی رہے تو پھر بھی وہ اپنے عجزِ بیاں کی معترف رہے گی۔ چونکہ صنفِ نعت کی پیش رفت کا سلسلہ جاری ہے، لہٰذا اس ضمن میں چند مسلّمات کا ذکر ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ مسلّمات ہیں، جو روحِ ارادت اور مقتضیاتِ صنفِ نعت ہیں :۔

ا۔ نعت گو کے لیے ضروری ہے کہ وہ نعت کا آغاز دیگر اصنافِ سخن کی طرح عام انداز اور روایتی ڈگر سے نہ کرے۔ مطلع میں متعلقاتِ نعت سے کوئی مضمون باندھے یا اس میں کسی قسم کا ایسا اشارہ موجود ہو، جو نعت پر دلالت کرے؛ بالفاظِ دیگر نعتیہ کلام کا مطلع نعت کے علاوہ کسی دوسری صنفِ سخن پر چسپاں نہ ہو سکے۔

ب۔ اگر نعت کا آغاز صیغۂ غائب سے ہو تو آخر تک اس تسلسل کو برقرار رکھا جائے۔ اگر آغاز صیغۂ حاضر سے ہے تو اس التزام میں انقطاع رونما نہ ہو کہ بارگاہِ نبوی میں مدحت سرا کا حضور جس انداز کا متقاضی ہے، عالمِ غیاب میں اشتیاقِ حضوری کا آہنگ بلاشبہ اس سے مختلف ہونا چاہیے۔

ج ۔ نعتیہ اشعار میں صیغۂ واحد غائب، جمع غائب اور صیغۂ واحد حاضر،

جمع حاضر کا استعمال اکابر شعرائے نعت کے ہاں بکثرت ہے؛ اسے سوءِ ادب پر محمول کرنا درست نہیں کہ نظم کے مقتضیات بہرحال نثر سے متفاوت ہیں۔ البتہ نثر میں جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "آپ" کا استعمال لازمۂ ادب و احترام ہے۔ جن لوگوں نے اپنے منظوم کلام میں ان صیغوں کو جگہ دی ہے، وہ سرشارِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ہم یہ تصوّر بھی نہیں کر سکتے کہ انھوں نے آپ کی شانِ اقدس میں کسی قسم کی بے ادبی کو روا سمجھا ہو۔ علاّمہ اقبال علیہ الرحمہ نے بانگِ درا میں اپنی نظم صدیق رضی اللہ عنہ کے عنوان کے تحت لکھا ہے ؎

بولے حضورؐ چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار

اس کے علاوہ یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

وہ دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کُل جس نے
غُبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

مرزا غالب نے کہا ہے ؎

اس کی اُمّت میں ہوں میں، میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ کے غالبؔ گنبدِ بے در کھُلا!

ظفر علی خاں مرحوم کی وہ نعت، جس کی ردیف صیغۂ جمع حاضر میں ہے، زبان زدِ خلائق ہے۔ اس کا مطلع یہ ہے ؎

دل جس سے زندہ ہے، وہ تمنّا تمھی تو ہو،
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دُنیا تمھی تو ہو

د۔ مدینہ مسکنِ جنابِ فخرِ موجودات علیہ افضل التحیات واکمل التسلیمات ہے۔ اس شہرِ رحمت کا سابقہ نام یثرب تھا، جس کی اصل کا مفہوم ملامت کرنا اور گناہ پر عار دلانا ہے۔ لسان العرب میں ہے : وُرُوِیَ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی ان یقال للمدینۃ یثرب وسماھا طیبۃ کانہ کرہ الثرب لانہ فساد فی کلام العرب۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخِ مدینہ میں اس کی مبسوط اور جامع تحقیق فرمائی ہے؛ ہم اس کی عبارت بِعَینِہٖ درج کیے دیتے ہیں :-

؎ امام بخاریؒ کی تاریخ میں ایک حدیث آئی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یثرب کہے تو اس کو لازم ہے کہ اس کی تلافی اور تدارک میں دس مرتبہ مدینہ کہے اور امام احمد اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص مدینہ کو یثرب کہے تو چاہیے کہ جنابِ باری تعالیٰ میں استغفار کرے، اس کا نام طابہ ہے انہی روایات کے مثل دوسری بھی آئی ہیں۔ لفظِ یثرب سے کراہت کی وجہ اس کا مشتق ہونا ثرب کی وجہ سے ہے یا تثریب سے، جس کے معنی مؤاخذہ اور عذاب کے ہیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ یثرب ایک کافر کا نام بھی ہے۔ لہٰذا اس کے نام پر اس مقامِ شریف کا نام رکھنا، جس کی عزت غبارِ شرک اور کفر سے پاک و بری ہو، کسی طرح مناسب نہیں ہے اور جو کہ قرآنِ مجید میں آیا ہے : یَآ اَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ بعضے منافقوں کی زبان سے ہے کہ مدینہ منورہ کا نام اس نام سے رکھ کر دادِ نفاق دیتے تھے اور بعض احادیث میں بھی مدینہ منورہ کا نام یثرب آیا ہے۔ اس کے لیے علماء کہتے ہیں کہ یہ ممانعت سے پیشتر کا ہے۔ وَ اللہ اعلم۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تحقیق نہایت گراں بہا اور وقیع ہے۔ اسے پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھا جاتے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ فارسی وار دو کے

؎ ترجمۂ تاریخ مدینہ مؤلفہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ صفحہ نمبر ۲، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی

اکثر اساتذۂ سخن، جنھوں نے اپنے کلام میں لفظِ یثرب استعمال کیا ہے۔ اس معاملے میں سہو واقع ہُوا ہے۔ ہمیں ان کی نیت پر ادنیٰ درجے کا اشتباہ بھی نہیں؛ ان کی مراد مدینۃ الرسول ہی تھی۔ بہرحال اس لفظ کے استعمال سے احتراز واجب ہے اور جدید نسل کے نعت گو شعراء پر اس سلسلے میں حزم و احتیاط لازم ہے۔

د۔ بعض نعت گو حضرات اپنے کلام میں اس قسم کا مضمون بھی باندھتے ہیں کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم آفت زدگانِ عالم کی مسیحائی کریں یا آپ سے "میرے مسیحا" کے انداز میں التجا کرتے ہیں۔ یہ مضمون بندی اور ترکیب سازی لاعلمی کی غماز اور سوءِ ادب پر منتج ہے۔ معانی و بیان کا ادنیٰ ذوق رکھنے والا انسان بھی جانتا ہے کہ مشبّہ بہٖ کو مشبّہ سے ارفع و اعلیٰ ہونا چاہیئے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے سلف علیہم السلام کے پیشوا و مقتدا ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ التماس کرنا کہ آپ ہماری مسیحائی کریں، آپ کے مقام و مرتبہ کو شانِ عیسوی کے مترادف قرار دینے کو مستلزم ہے اور یہ آپ کی عظمت و شان کے منافی ہے۔

عصرِ حاضر میں نعتیہ قصائد کی جانب بھی طبائع کا رجحان ہے؛ یہ واقعی بڑی سعادت مندی ہے کہ نعت گو اپنے تسلسلِ فکر کو ارادتِ باطن سے ہم آہنگ کرتے ہوتے سیرتِ نبوی کے مضامین بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ یوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے محبت اور آپ کے اتباع کے پاکیزہ جذبات مربوطِ فکر کے تحت اُبھرتے اور افکار و اعمال کے کشت زار کو سیراب کرتے ہیں۔ فارسی و اُردو ادب میں قصیدہ غزل کا توام ہے۔ شعراء نے غزل لکھی تو قصائد بھی کہے؛ غزل لالہ و گُل کی داستاں ہے تو قصیدہ گلستاں کا سراپا ہے۔ قصیدہ ایک بھرپور مجموعی تاثر کا حامل ہے اور اس کی روایت نے اسے تشبیب، گریز، مدح اور دُعائیہ حصوں پر تقسیم کر رکھا ہے۔ متقدمین و متاخرین اس روایت کے انحراف سے اکثر اِبا کرتے ہیں۔ قصیدے کے آغاز میں متغزلانہ مضامین کا رطب و یابس شاعر کو ناگزیر محسوس ہوتا ہے، جس کے

بعد وہ ممدوح کی شان میں اظہارِ خیال کے لیے سرگرمِ سخن ہوتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اکابرِ فن نے تشبیب کو پابندیٔ روایت کے طور پر اختیار کیا اور متوسطین نے اس کا سہارا لے کر قصیدہ نگاری کی تو بے جا نہ ہوگا؛ اکثر اساتذۂ سخن نے اس روایت پر ضربِ کاری لگاتے ہوئے اسے توڑا بھی ہے۔ متنبّی ایک قصیدے میں، جو سیف الدولہ کی مدح میں ہے تشبیب پر اپنی جھنجلاہٹ کا اظہار اس طرح کرتا ہے ؎

اِذَا کَانَ مَدْحٌ فَالنَّسِیْبُ الْمُقَدَّمُ
اَکُلُّ فَصِیْحٍ قَالَ شِعْراً مُتَیَّمٗ

فارسی شاعری میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی عظمتِ کردار اور قادر الکلامی مسلّم ہے۔ انھوں نے اتابکانِ فارس کی شان میں قصائد لکھے ہیں، لیکن اکثر و بیشتر قصائد کے آغاز میں مدح سے پہلے بے ثباتیٔ عالم، کسبِ خیر، غمخواریٔ خلق کے مضامین کے ساتھ متصوفانہ خیالات کو نظم کیا ہے اور ممدوح کی ثنا معدودے چند اشعار سے متجاوز نہیں۔ یہی انداز عرفی شیرازی کا ہے؛ اس کا معرکۃ الآرا قصیدہ عبدالرحیم خانخاناں کی مدح میں ہے، جس کا مطلع یہ ہے ؎

زخود گر دیدہ بربندی چہ گویم کامِ جاں بینی
ہماں کز اشتیاقِ دیدنش زادی، ہماں بینی

یہ قصیدہ معارفِ ربّانیہ کا بحرِ زخّار ہے۔ سبحان اللہ! کیا لطافت آفرینی اور کیا نادرہ کاری ہے۔ اس قصیدے کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالم نے انسانی فکر کو کس قدر رفعتوں اور عظمتوں سے نوازا ہے؛ متاخرین قصیدہ نگاروں میں میرزا غالب کا روایت سے اعتصام خاصا شدید ہے۔ یہ ادب کے ان شہپاروں کا ذکر ہے، جو شاہانِ عالم کی شان میں مرقوم ہیں؛ نعتیہ قصائد کا آہنگ، ان کی ہیئت اور مجموعی حیثیت اس سے پاکیزہ تر اسلوب اور لطیف تر انداز کی متقاضی ہے۔

محسن کاکوروی نے متعدد نعتیہ قصائد لکھے ہیں؛ اس نے نعتیہ مثنویاں بھی کہی ہیں۔ اس کی صداقتِ جذبہ، محاسنِ سخن پر دسترس اور اخلاص مندی مسلّم

ہے۔ نعت میں اس کا لامیہ خاصا معروف ہے۔ اِس قصیدے کی تشبیب میں کاشی و متھرا، گنگا جمنا، سری کرشن، گوپی اور ہندوانہ رسوم کا بیان ہے۔ محامدِ نبویہ کے آغاز میں یہ تذکرۂ طاغوت موضوعِ تنقید رہا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے اُردو کی نعتیہ شاعری، کے مقدمے میں اس موضوع پر وقیع خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس ضمن میں امیر احمد مینائی کا تبصرہ درج کیا ہے۔ یہ اقتباس اُردو کی نعتیہ شاعری، سے بلاکم وکاست نقل کیا جاتا ہے:-

"بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ قصیدۂ نعت میں متھرا، گوکل و کنہیا کا ذکر بے محل ہے، لہٰذا دفعِ دخل کیا جاتا ہے کہ نعت میں تشبیب کے معنی ہیں ذکرِ ایامِ شباب کرنا اور اصطلاحِ شعر میں مضامینِ عشقیہ کا بیان کرنا۔ اساتذہ نے تخصیصِ مضامینِ عاشقانہ کی قید بھی نہیں رکھی۔ کوئی شکایتِ زمانہ کرتا ہے۔ کوئی متفرق مضامین کی غزل لکھتا ہے۔ کوئی غزل میں کسی طرح کا خاص تلازم ملحوظ رکھتا ہے۔ الغرض متبعانِ کلام اساتذہ حقیقت شناسانِ تشبیب و قصیدہ پر پوشیدہ نہیں کہ مضامین تشبیب کے محصور نہیں ہیں اور نہ کچھ مناسبت کی قید ہے کہ حمد و نعت و منقبت میں قصیدہ ہو تو تشبیب میں بھی اس کی رعایت ہے۔ میرزا اسداللہ خاں غالب دہلوی نے منقبت میں قصیدہ لکھا، جس کا مطلع ہے ؎

صبح کہ دَر ہوائے پرستاریٔ وثن
جنبد کلیدِ بتکدہ در دستِ برہمن

اور اس قصیدے کی تشبیب میں بھی ایسے ہی مضامین لکھے ہیں۔ عمدہ تر سند اس کے جواز کی یہ ہے کہ حضرت سرورِ کائنات خواجۂ ہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قصیدۂ بانت سعاد، جس کی تشبیب بھی مشروع نہیں ہے، پڑھا گیا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ مبارک سے اس کی تحسین فرمائی۔"

اگر نعتیہ قصائد میں شاعر کو یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنے ماحول کے روابط، نظریاتی مزعومات اور تہذیبی روایات کو آغازِ سخن میں بے دریغ استعمال کرے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مارو تھل کا نعت گو سسّی پنوں کی داستانِ معاشقہ اور اس کے متعلقات کو تشبیب میں جگہ دے گا، سوہنی مہینوال کے خطے سے مانوس

شاعر تلاطمِ دریا اور شب ہائے تیرہ و تار کا ذکر نعتیہ قصائد کی تشبیب میں لابُدی سمجھے گا؛ یوں شاعر اور اس کے علاقائی مناسبات کی نمایاں حیثیت مضامینِ نعت کے ساتھ بزرنگِ ایطاء مشہود ہوگی، جبکہ نعت کی عظمت و توقیر کا تقاضا تو یہ ہے کہ انتفائے متفرقات سے وحدتِ خیال کا اثبات رُونما ہو اور مضمون و اسلوب کا چشمہ حجازی فکر سے پھوٹے۔ علامہ یوسف نبہانی نے المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح النبویۃ کے دیباچے میں نعتیہ قصائد کی تشبیب پر اس طرح اظہارِ خیال فرمایا ہے:۔

یستحسن لمن یمدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یشبب بذکر الدیار الحجازیۃ ومعالمھا وحُبّ سُکّانھا والشوق الیھم والبکاء ووصف النیاق والسّیر والمناھل ووصف السحاب والبرق والریح التی تجئ من نحوھم والدعاء بالسلامۃ ولدیارھم بالعمران والسقیا وما اشبہ ذالک[1]

کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ بانت سعاد انسٹھ اشعار پر مشتمل ہے؛ چونتیس اشعار میں سعاد کی جدائی، اسکی عہد شکنی، اونٹنی کے قد و قامت، اس کی نسل، تیز رفتاری اور صحرا پیمائی کا بھرپور تذکرہ ہے۔ اس کے بعد دس تک سخن گریز کی طرف ہے اور چالیسویں شعر میں حضوریِ بارگاہِ رسالت کا انداز اس نہج پر ہے[2]

فقد اتیتُ رسول اللہ معتذراً — والعذر عند رسول اللہ مقبول

---

[1] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ثناگر کے لیے یہی مستحسن ہے کہ وہ تشبیبِ قصیدہ میں دیارِ حجاز، اس کے مقامات، ساکنانِ حجاز کی محبت، ان سے اشتیاقِ ملاقات کا ذکر یا چشمِ نم کرے۔ سواریوں، سیر اور چشموں کی تعریف کرے، ابر و برق اور سرزمینِ حجاز سے آنے والے جھونکوں کو سراہے۔ ان کے برقرار رہنے کی دُعا مانگے، دیارِ مقدس کی آبادی و شادابی کا خواستگار رہے اور اس قسم کے دوسرے امور کا تذکرہ چھیڑے۔

[2] پس مَیں خود بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں معذرت خواہ کی حیثیت سے حاضر ہو گیا اور معذرت تو آپ کے ہاں (ہمیشہ) مقبول ہی ہے۔

اس قصیدے کی تشبیب پر علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ کا تبصرہ قابلِ ہزار تحسین و آفرین ہے :

[1] اما قصیدۃ بانت سعاد التی اتخذھا دلیلاً بعض من سلك ھذا المسلك واستحسنہ وھو فی نفسہ غیر حسن فھی لا تصلح دلیلاً لذالك لان ناظمہا کعب بن زھیر رضی اللہ عنہ کان قبل اسلامہ شاعراً جاھلیاً فنظمھا علی طریقتھم قبل ان یجتمع بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ویسلم علی یدیہ ویعرف اٰداب الاسلام .... ویدل علی ما قلتہ انہ رضی اللہ عنہ لم یحصل منہ مثل ھذا التشبیب بعد اسلامہ ولا من احد من شعراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کحسان وعبد اللہ بن رواحۃ وکعب بن مالك وغیرھم من شعراء الصحابۃ رضی اللہ عنھم فی مقدمۃ شعر مدحوا بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا مع قرب عھدھم فی الجاھلیۃ وعوائدھا اما بعد ذالك فلم یرد عن احد منھم شیٔ من ھذا القبیل وکیف یکون وھم اوفر الناس عقولا واعظم الناس ادباً مع اللہ ورسولہ ۔

---

[1] ترجمہ : لیکن جو حضرات اس مسلک (جوازِ تشبیب) پر چلے اور اسے پسند کیا (دراں حالیکہ) وہ فی نفسہٖ پسندیدہ نہیں، انھوں نے قصیدہ بانت سعاد سے استدلال کیا۔ انکی یہ دلیل اس اعتبار سے نادرست ہے کہ اس قصیدے کے ناظم حضرت کعب بن زہیر اسلام لانے سے پہلے دورِ جاہلیت کے شاعر تھے۔ لہٰذا انھوں نے اپنے قصیدے کو بارگاہِ اقدس میں حاضری، قبولِ اسلام اور آگاہی آدابِ اسلام سے پیشتر اسی دور کے شعراء کی نہج پر نظم کیا ..... اور یہ امر میرے قول پر دال ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے ہاں اس قسم کی کوئی تشبیب نہیں ملتی۔ شعرائے عہدِ نبوی مثلاً حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت، عبد اللہ بن رواحہ، کعب رضی اللہ عنہ بن مالک اور دیگر شعرائے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو قصائد آپ کی شانِ اقدس میں لکھے ہیں، ان کے آغاز میں بھی اس قبیل کی کوئی چیز مروی نہیں بادصفیکہ ان کا عہد جاہلیت اور اس کے اطوار کے قریب

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اِنؑ اشکالات کو رفع کرنے کے بعد ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ مجھے ان شعراء کے قصائد کو، جن کے آغاز میں مضامینِ تشبیب تھے، اپنے مجموعے میں شامل کرنا بے حد ناگوار محسوس ہوا؛ دراصل میں اس مقامِ ملامت میں ان کا شریک و سہیم بننا نہیں چاہتا تھا۔ پھر خیال آیا کہ ان پر شاعرانہ صنعت گری کا غلبہ ہُوا، اس میں ان کا سوءِ ارادہ اور فسادِ نیّت شامل نہیں۔ لہٰذا مَیں نے ارادۂ سابقہ سے رجوع کیا اور ان کے کلام کو شاملِ مجموعہ کر لیا۔ اس سمتول میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نبہانی کی ارادتِ باطن اور اخلاص مندی ملاحظہ فرمائیں: وادخلتها فی هٰذه المجموعة کغیرها راجیًا من الله تعالیٰ ثم من النبی صلی الله علیه وسلم العفو عنّی وعنهم والقبول منّی ومنهم[۲]

بہرحال شاعر پر اس امر کا التزام واجب ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت و شان، بارگاہِ نبوی کے آداب اور نعت کے مثالی مقتضیات کو ہر آن پیشِ نظر رکھے۔ ہر اس قسم کے تذکرے سے احتراز کرے، جو شارع علیہ السلام کے پسندِ خاطر نہ ہو؛ فرضی محبوب کے خد و خال، رخسار و گیسو، ناز و انداز، شراب و شاہد و مینا و ساغر اور خمریات کو منظوم نہ کرے کہ ان مضامین کے جامع اظہار کے لیے غزل ایک علیحدہ صنفِ سخن کی حیثیت سے موجود ہے۔ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس وہ لازوال مرکزِ عنایات ہے، جس سے حسن دلربائی کا طلبگار ہے، عشق فداکاری کا خواستگار ہے اور خرد گویائی کی خیرات مانگتی ہے۔ جہاں نیاز سرفراز ہے، وارفتگی دم بخود ہے اور جنوں ساکت و مدہوش ہے۔ اب خدا لگتی کہیے؛

تھا اور ایسا ہوتا بھی کیونکہ وہ لوگوں سے بڑھ کر دانشمند تھے اور خدا اور رسول کے آداب کی بجا آوری میں دوسرے انسانوں کی نسبت عظیم تر تھے۔

[۱] تلخیص اُردو مقدمہ المجموعۃ النبہانیہ صفحہ ۱۴-۱۵

[۲] ترجمہ صفحہ ۱۵، مقدمہ مذکورہ

اور مَیں نے حاملِ تشبیب قصائد کو بھی دوسرے قصائد کی طرح اس مجموعے میں شامل کر دیا؛ اللہ تعالیٰ کی جناب اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے اپنے اور ان کے لیے عفو و قبول کا امیدوار ہوں۔

کیا مشرکانہ رسوم کا ذکر، گو بیوں کے اطوار کا تذکرہ اور سلسلۂ طاغوت کا طومار، محامدِ نبویہ کے بیان میں حضورِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا کا موجب ہو سکتا ہے یا اس سے مقاماتِ سیرتِ نبوی کے ابلاغ کا کوئی پہلو نکلتا ہے، جبکہ ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ کی واضح نصِ قرآنی موجود ہو۔

اکابر متقدمینِ سخن نے شعوری یا لاشعوری طور پر بپاسِ آدابِ نبویہ اس قسم کے ترہات سے اجتناب کیا ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر خاقانی کے نعتیہ قصائد کے آغاز میں معارفِ ربانیہ منظوم ہیں، جن کے بعد نعتیہ مضامین کا سلسلہ بے پناہ عقیدت و ارادت سے لبریز ہے اور لوامعِ اسوۂ مبارکہ ایمان افروزی کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے ایک قصیدے کا مطلع ہے ؎

اے پنج نوبہ کوفتہ در دارِ ملک، لا
لا در چہار بالشِ وحدت کشد ترا،

پھر نعتیہ مضامین کی شان دیکھیے ؎

چوں نوبتِ نبوتِ اُو در عرب زدند
از جودی و اُحد صلوات آمدش صدا

اے ہستہاز ہستیِ ذاتِ تو عاریت
خاقانی از عطائے تو ہست آیتِ ثنا

ذکرِ شبِ معراج اس طرح ہے ؎

روحانیاں شلتہٗ عطری بسوختند
وز عطرہا مسدسِ عالم شدہ کلا

خلفائے راشدین علیہم الرضوان کا ذکرِ پاک، نبوت و ولایت کے لطیف رابطے کے ساتھ کس نورانیتِ باطن سے کیا ہے۔ رحمتِ باری سے بعید نہیں کہ وہ شاعر کو اس شعر کے طفیل سندِ مغفرت عطا کر دے ؎

ہر چار، چار حدِ بنائے پیمبری
ہر چار، چار عنصرِ ارواحِ اولیا

اسی طرح عرفی شیرازی کا سفینۂ نعتیہ قصائد میں امتیازی مقام کا حامل ہے! اس کا

ابتدائیہ بھی اکثر و بیشتر متصوفانہ مضامین پر مشتمل ہے۔ اِس قصیدے کے دو شعر تبرّکاً ہدیۂ قارئین ہیں ؎

شہنشاہے کہ فرّاشانِ بزمِ او بہ صد منت
بہ فرقِ عرش می ریزند خاکِ فرشِ ایوانش
شہنشاہے کہ ہست از غایتِ درویشی و ہمّت
وجودِ خود فراموش و غمِ عالم فراوانش

معارف نگاری اور لطافت آفرینی میں میرزا بیدل کا کوئی حریف نہیں؛ وہ اِس میدان میں یکتا ہے۔ حقائق و مسلّمات عالم اس کے آئینۂ قلب پر جلوہ ریز ہیں۔ نعت میں اس کا ابتدائیہ اوّل سے آخر تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کی والہانہ وابستگی اور لازوال عقیدت کا عظیم شاہکار ہے؛ کوئی شعر اور کوئی ترکیب، آدابِ نبویہ سے معارض نہیں۔ نعت میں یہی مثالی اسلوبِ نظم ہے، جو قابلِ تقلید ہے اور نونہالانِ نسل جدید سے اس کی اقتدا کا التماس ہے۔

نعت نگاری کی مذکورہ بالا پاکیزہ اور وقیع اقدار پر مشتمل حفیظ تائب کا دوسرا مجموعۂ نعتِ اردو منصّۂ شہود پر آرہا ہے۔ اِس صحیفۂ ارادت میں نقشِ اوّل کی ارتقائی ہیئت بخوبی نظر آتی ہے۔ حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری مختلف ادوار کو محیط ہے۔ یہ مسلّم ہے کہ فطرت خود بخود لالے کی حنابندی کرتی ہے؛ اس کے مصداق مواہبِ لدنّیہ نے اسے نعت نگاری کے لیے منتخب کیا۔ آج سے کوئی چھپن برس پہلے اس نے عالمِ امکاں میں قدم رکھا۔ جب اس کا شعور کسی حد تک گرد و پیش کے ادراک پر قادر ہوا تو گھر کی فضا درود و سلام کے ملکوتی انوار سے معمور تھی، جس کے نتیجے میں ہمارے شاعر نے بھی تعلیم کے ابتدائی دَور میں نعت خوانی سے تسکینِ قلب حاصل کی اور عاشقانِ رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی سامعہ نوازی کا ساماں مہیا کیا۔ ۱۹۴۷ء میں میٹرک پاس کیا تو نعت خوانی کے آہنگ کو نعت گوئی کی لطافتوں میں ڈھلتے ہوئے محسوس کیا، ہر چند کہ خارج میں نعتیہ شاعری کے ذرائع ابلاغ دمساز نہ تھے؛ نعت گو حضرات اور متغزلین علیحدہ علیحدہ تھے۔ ادبی رسائل و جرائد میں نعتیہ کلام نہیں چھپتا تھا۔ ایک رسالہ مُسلمہ، مدرسۃ البنات لیک روڈ سے نکلتا تھا، جس میں حفیظ تائب کی نعت ہر ماہ باقاعدگی سے چھپتی تھی۔ اس رسالے میں

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا ایک قطعہ ہمارے شاعر کی نظر سے گزرا، جس پر اس نے قافیہ بدل کر طبع آزمائی کی اور ۱۹۴۹ء میں اس کی پہلی نعت رسالہ مذکورہ میں چھپی؛ اس کے دو شعر حسب ذیل ہیں ؎

نظامِ دہر تیرے دم سے قائم
رگِ قدرت کا سوز و ساز ہے تُو
نہیں عقل و خرد کو دخل جس میں
وہ سربستہ جہانِ راز ہے تُو ؎۱

۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء تک اخبارات کے میلاد النبی اور معراج النبی ایڈیشنوں میں حفیظ تائب کی نعتیں چھپتی رہیں۔ ۱۹۶۱ء میں اخبارات نے جب اسلامی صفحات کی بالالتزام اشاعت شروع کی تو حفیظ تائب کی نعتیں "امروز" کی اشاعت اسلام اور "نوائے وقت" کی اشاعتِ ملی میں باقاعدگی کے ساتھ شائع ہونا شروع ہوئیں۔ خاص تقریبات پر اُس کی نعتیں ملک بھر کے اخبارات و جرائد میں شامل ہوتی تھیں۔

کالج کے تعلیمی دَور میں حفیظ تائب سائنس کا طالب علم رہا؛ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۷۹ء تک شعبہ برقیات اور واپڈا سے بہ سلسلہ ملازمت وابستگی رہی، مگر نعت گوئی کا شغف پروان چڑھتا رہا۔ واپڈا کی ملازمت کے ابتدائی دَور میں 'ادبی دُنیا'، اور 'ادبِ لطیف'، میں اس کی غزلیات بھی چھپیں۔

حفیظ تائب کی زندگی کے احوال و آثار، شاعرانہ محاسن اور کردار کی دیگر عظمتوں کا تجزیہ بنظرِ غائر کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اللہ ربُ العزت نے جن ارواح کو کوئی خصوصی جوہر ودیعت کیا ہو، خارجی عوامل کا گرد و غبار اس کی تابناکی و رعنائی نہیں چھین سکتا۔ وہ جوہر جس وقت بھی جلوہ سامانی کرتا ہے، بھرپور طور پر اپنی کرنوں سے اطراف و اکنافِ عالم کو منوّر کر دیتا ہے۔ ہر چشمِ بینا اس کی تنویر کا اعتراف کرتی ہے اور ہر دلِ بیدار اس کی تجلیات کے ادراک کا ارادہ کرتا ہے؛ فطرتِ الٰہیہ ہر آن اور ہر لمحہ اس کی تربیت کرتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ

؎۱ "مسلمۃ" جولائی ۱۹۴۹ء، ص: ۲

سائنس کی تعلیم اور واپڈا کی ملازمت ہمارے شاعر کی نعت گوئی اور اس کے ارتقاء میں کبھی حائل نہیں ہوئی۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے کس نفاست سے اس مقام کو نظم فرمایا ہے ؎

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

اس سے بڑھ کر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ دشواریوں کے سیل اور موانع کی تندی نے حفیظ تائب کے عزمِ صمیم کے لیے مہمیز کا کام کیا۔ نعتیہ اشعار لکھتے وقت اس کا انتخابِ الفاظ قابلِ ہزار تحسین ہے۔ اس کا فکرِ رسا ہر لحظہ اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین کو اپنے دامن میں سمیٹتا ہے۔ وہ سیرتِ نبوی کی کتب کا مطالعہ کرتا ہے اور اس مطالعے سے اکتسابِ فیض کے بعد نعت لکھتا ہے۔ عربی کے مشہور متصوف شاعر ابن الفارض کی طرح مدتِ مدید تک نعت کی تراکیب اور اس کے غوامض میں مستغرق رہتا ہے۔ مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بحرِ ناپیدا کنار کی یہ غواصی اس کی رُوح کو سرشار رکھتی ہے اور بالآخر گہر ہائے معنی اشعار کے پیکر میں ڈھل جاتے ہیں۔ اس کے شعور میں جو پاسِ آدابِ نبوی ہے، قابلِ صد احترام ہے کہ اس نے شاعر کے لاشعور کو بھی آئینہ خانۂ نعت بنا دیا ہے۔

اس کے نعتیہ کلام کی ردیفیں اکثر و بیشتر سبحان اللہ، اللہ اکبر، ماشاء اللہ، الحمد للہ، اللہ الصمد، خیرُ البشر، خیرُ الانبیاء، سیّدُ الوریٰ، سیّدُ البشر، سیّدِ عالم، سیّدِ مکّی مدنی، شہِ ابرار، شہِ عرب، شاہِ امم، خواجۂ لولاک، ہادیٔ برحق، صلِ علیٰ، صلی اللہ علیہ وسلم، احمدِ مختار، احمدِ مرسل، رسولِ ہاشمی، رسولِ اکرم، رحمۃ للعٰلمین اور گنبدِ خضرا ہیں۔ ردیفوں کا یہ سلسلۃ الذہب اس کی پاکیزگیٔ قلب اور جنابِ فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارادتِ باطن پر دال ہے۔

ردیف سے قوافی کی ہم آہنگی اس کی ایسی امتیازی شان ہے، جس کے باعث وہ معاصرین میں یکتا ہے۔ قافیہ و ردیف کے اس جمیل توافق کی مثل کلاسیکی شعراء کے کلام میں نظر آتی ہے۔ فنِ شاعری پر کامل دسترس رکھنے والا شاعر ہی اس کا صحیح حق ادا کر سکتا ہے کہ اس میں لطافتِ مضمون کا لحاظ رکھنے کے ساتھ پیرایۂ بیان

وسلموا تسلیما

کو تصنع سے بچانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ فارسی کے شہرۂ آفاق شاعر حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اِسے بھرپور کیف انگیزی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ بطورِ مثال سے

راہے بزن کہ آہے بر سازِ آں تواں زد
شعرے بخواں کہ با اُو رطلِ گراں تواں زد

اے صبا نکہتے از خاکِ درِ یار بیار
ببر اندوہِ دل و مژدۂ دلدار بیار

دوش آگہی ز یارِ سفر کردہ داد باد
من نیز دل بباد دہم، ہرچہ باد باد

یہ التزام، کہ سربسر موہبتِ ربّانی ہے، حفیظ تائب کی اکثر نعتوں میں موجود ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ قافیہ و ردیف کی یہ ہم آہنگی و یکرنگی اس کے فکرِ سخن کا جزو لاینفک بن گئی ہے۔ کچھ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کردارِ شاعر کی مربوط کیفیات کا انعکاس ہے اور اسالیبِ حیات میں اس کی یک جہتی و یک رُخی کا عمل دخل ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے کے تحت اس کی چند نعتوں کے مطلع ملاحظہ فرمائیں سے

یکتا ہے ترا طرزِ عمل، احمدِ مُرسل،
اے سرورِ دیں، نورِ ازل، احمدِ مرسل

آپ ہیں طغرائے آیاتِ ظہور آقا حضورؐ
آپ ہیں ملجائے ساعاتِ نشور آقا حضورؐ

مزاجِ زندگی ہے سخت برہم سیّدِ عالمؐ
دِگرگوں ہیں بہت احوالِ عالم، سیّدِ عالمؐ

وسلموا تسلیما

حالِ زارِ من بہ بیں اے رحمۃ للعٰلمیں
بہرِ ربّ العٰلمین اے رحمۃ للعٰلمیں

دُنیا تے دل ہے زیر و زبر سیّدُ البشر
ہم بےکسوں کی لیجے خبر سیّدُ البشر

محبُوبِ کردگار ہیں آقائے نامدار
نبیوں کے تاجدار ہیں آقائے نامدار

اس کے اکثر مضامینِ نعت قرآن و حدیث سے مستفاد ہیں، جب کہ بعض مقامات پر آیاتِ الٰہیہ اور ارشاداتِ نبویہ کا براہِ راست ترجمہ بھی دکھائی دیتا ہے اس کے افکار و خیالات کی رُوح افرادِ اُمت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کی تبلیغ ہے اور یہی اس کا پیغام ہے، جسے وُہ اُردو اور پنجابی شاعری کی وساطت سے ہمیں پہنچانا چاہتا ہے، اُس نے اثنائے نعت بعض جگہ طویل بحور میں مختصر ردیفوں کو استعمال کیا ہے اور کئی مقامات پر قدمائے فن کی پیروی میں لمبی ردیفیں بھی استعمال کی ہیں۔ حکیم مومن خاں مومنؔ مرحوم کی ایک مشہور غزل کا مصرع اس طرح ہے ؎

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اس کے قوافی آشنا، جفا وغیرہ ہیں اور بعد کا ٹکڑا ردیف ہے جو خاصا طویل ہے۔
اب ہمارے شاعر کی ایک نعت کا مطلع ملاحظہ فرمائیں ؎

دیارِ محبُوبؐ کے مسافر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
جو دیکھنا دل کُشا مناظر ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھنا

پیشِ نظر مجموعہ میں نعتیہ منظومات کا ایک ایمان افروز سلسلہ بھی نظر آتا ہے، جو سیرتِ پاک کے خصوصی موضوعات پر مشتمل ہے۔ یہ مسررشتۂ سُخن شاعر کے تسلسلِ فکر اور ماہرانہ جزئیات نگاری پر دال ہے۔ ان میں ایک ترجیع بند بھی ہے، جس

کا عنوان "آیاتِ رحمت" ہے۔ اس میں قرآن حکیم، سنّتِ نبوی اور سیرتِ مُبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر اظہارِ خیال ہے۔ میلاد النبیؐ و ولادت باسعادت خلوص و نیازمندی کے جذبات سے لبریز نظمیں ہیں۔ سانیٹ، مستزاد، مثلث غیر مردّف اور آزاد کلام بھی شاملِ مجموعہ ہے۔

اُس کی شاعری کا ایک خصوصی مقام، جو معارفِ ربّانیہ کی رُوح ہے، غمگساریِ اُمّتِ مرحوم ہے۔ وہ بارگاہِ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اُمّت کی زبوں حالی کا تذکرہ کرتا ہے اور آپ کی چشمِ التفات کا طلب گار ہے۔ یہ ایماں کی صداقت اور دردمندیِ باطن کا نقطۂ عروج ہے، جہاں فرد ذاتی رنج و الم کو امّت کے درد و کرب میں مدغم دیکھتا اور اس کی چارہ سازی چاہتا ہے۔ اِس مرتبہ و شان کا اختصاص جناب شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر و اقدس کے ساتھ ہے کہ آپ ہر آن بارگاہِ صمدیت میں مغفرتِ اُمّت کی دُعا فرماتے رہے۔ اِس اعتبار سے یہ شانِ جمیل مسنون ٹھہری ہے اور افرادِ امّت کے قلوب بھی اِس غمخواری کے جذبات سے سرشار ہیں —— نعت کا یہ مقام بے حد نازک ہے بقولِ حالیؔ "یاں جنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے" مگر بحمداللہ تعالیٰ اس لطیف صورتِ حال میں ہمارے شاعر کا لہجہ نہایت مدہم۔ الفاظ دامنِ انکسار میں لپٹے ہوئے، فکر مؤدب تر اور اندازِ بیان زیادہ نیازمندانہ ہے۔ ہر مخلص کلمہ گو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں فنا کا آرزومند ہے، مگر اُس پر یہ کرم ہے کہ وہ اتباع میں فانی ہونے کے بعد اُس کے ساتھ باقی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مبارکہ اس کے افکار کا مرکز و محور ہے؛ آپ کی سیرتِ پاک کے ہمہ گیر اور ہمہ جہت پہلوؤں پر اس نے نہایت عقیدت کے ساتھ اظہارِ خیال کیا ہے اور اس کے مختلف گوشوں سے لطیف اور دقیق مضامین کا استنباط کیا ہے۔ فی الجملہ یہ کہ ایک قاری کی رُوح ان مقامات سے متلذّذ ہونے کے بعد فکر و عمل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مُبارکہ کے قالب میں ڈھالنے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہی ہمارے شاعر کا منشا ہے جس میں وہ سرفراز و کامراں ہے۔
اسے سہلِ ممتنع قسم کی بحور پر ماہرانہ دسترس حاصل ہے۔ مزید برآں اس کی

نعتیہ شاعری میں بحور کے خاص تجربے بھی شامل ہیں، جو اس کی انفرادیت پر دال ہیں ـــــ سی حرفی پنجابی ادب کی معروف صنفِ سخن ہے، جس کا ہر بند کئی مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر مصرعے کو بالترتیب حروفِ تہجی سے شروع کیا جاتا ہے۔ اسے اُردو میں بایں طور اپنایا ہے کہ حروفِ تہجی ہر بند کے آخر میں قافیہ یا ردیف کی صورت دَر آئے ہیں؛ یہ ایک گراں بہا اضافہ ہے، جسے ہم ادبیاتِ حفیظ تائبؔ میں شمار کرتے ہیں۔ ہیر وارث شاہ کی بحر کو اُردو میں استعمال کیا ہے۔ اس کے علاوہ پیلو اور حافظ برخوردار مرحوم کے منظوم قصے مرزا صاحباں کی بحر کو اُردو کا پیکر بخشا ہے۔ اس قصے کی بحر کے دو تغیرات میں سے صرف ایک تغیر کا انتخاب کیا ہے، جو اُردو شاعری کے مزاج اور اس کی روانی کے عین مطابق ہے۔ اِس طرح اُردو شاعری میں ایک شائستہ، نفیس اور دلکش بحر کا اضافہ کیا ہے۔ نمونے کے طور پر مطلع ہی کو ملاحظہ فرمائیں ؎

مرکز میرے فکر کا وہ مکّی محبوبؐ ـــــ فطرت کی رعنائیاں ہیں جس سے منسوب

اُردو شاعری کی طرح، پنجابی شاعری میں بھی حفیظ تائبؔ کا نبوغ بھرپور عظمت کے ساتھ نمایاں ہے۔ اُس نے پنجابی نعتیہ شاعری میں اُردو شاعری کی بحور کو فنکارانہ مہارت سے استعمال کیا ہے۔ اس رنگ کو سب سے پہلے حضرت پیر فضل گجراتی مرحوم نے پنجابی غزل میں استعمال کیا تھا، جبکہ نعتیہ شاعری میں اُسے حفیظ تائبؔ نے جگہ دی ہے۔ اُس کی پنجابی نعت کے موضوعات بھی اُردو نعتیہ کلام کے مماثل ہیں۔ عام مدرک اشیاء کی تجسیم اور محسوسات کی تشکیل اس کی نعتیہ شاعری کے عمومی مخصصات ہیں، فراوانیِ جذبہ، روانیِ فکر کا امتزاج ہر جگہ موجود ہے۔ اس اجمال کی تفصیل آپ کو حفیظ تائبؔ کے بارہ ماہ پنجابی کے شہ پارے میں ملے گی، جس میں ہمارے شاعر نے شعرائے متقدمین کی روش کے برعکس ہندی مہینوں کی بجائے قمری مہینوں کا انتخاب کیا ہے، اِس انتخاب پر ایک نہایت ہی عظیم الشان اور بدیع التزام بطور مستزاد بھی ہے۔ وہ یہ کہ ہر ماہ کے ساتھ سیرتِ مبارکہ کی جس خصوصی شان کا انتساب ہے، اُسے نظم کیا ہے۔ مثال کے طور پر ماہِ ربیع الاوّل میں آپ کی ولادتِ باسعادت رجب میں معراج شریف، ماہ رمضان المبارک میں

وسلموا تسليما

خیر و برکتِ رمضان اور جنگِ بدر، ذیقعدہ میں صلح حدیبیہ اور ذوالحجہ میں آپ کا بے مثال خطاب اشعار کے قالب میں سمویا ہے۔ تذکارِ سیرت کا یہ انداز کس قدر جامع اور بلیغ ہے کہ ایک قاری سیرتِ مبارکہ کے واقعات اور آپ کے ارشادات سے دیدہ و دل منوّر کرتا چلا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اتباعِ فخرِ موجودات کا جذبہ ایک لافانی قوت بن کر اُبھرتا ہے! من حیث المجموع یہی رنگ اس کی نعتیہ شاعری کے دیگر شہپاروں کا ہے۔

جناب احمد ندیم قاسمی نے اپنے مضمون بعنوان "حفیظ تائب کا فنِ نعت گوئی" میں لکھا ہے کہ "اس حقیقت کو اب تمام اہلِ فن کے ذہنوں پر آفتاب بن کر طلوع ہونا چاہیے کہ حفیظ تائب ہی نے اُردو اور پنجابی نعت گوئی کو حیاتِ نو بخشی ہے اور ہم سب جو کبھی کبھار نعتیں کہہ لیتے ہیں، دراصل اس کے مقلّد ہیں!" (برقاب نومبر ۱۹۷۶، صفحہ ۸) محترم قاسمی صاحب ٹیلیویژن اور ریڈیو کے کئی مذاکرات میں اسے پاکستان کا سب سے بڑا نعت گو قرار دے چکے ہیں۔ فقیر ان تبصروں کا تہِ دل سے قدردان و مؤیّد ہے اور کسی جھجک کے بغیر یہ تحریر کرنے میں ہزار افتخار محسوس کرتا ہے کہ حفیظ تائب عہدِ آفریں نعت نگار ہے اور نعت گوئی کے فروغ و ارتقاء میں اس کا اہم ترین حصّہ ہے۔

مولا کریم بحرمت حضرت خاتم المرسلین صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اس کے فکر کو ابلاغِ محامدِ نبویہ کے لیے جلائے مزید بخشے، اس کے عمل کو للّٰہیت بخشے اور اسے دارین میں خدمتِ نعت کی جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

حافظ محمد افضل فقیر
آستانہ قادریہ، عقب کوٹ عبداللہ
ضلع شیخوپورہ

حمد و مناجات

وسلموا تسلیما

جو اسمِ ذات ہویدا ہوا سرِ قرطاس
ہوا خیال منوّر، مہک گیا احساس

اُسی کے فکر میں گُم سُم ہے کائناتِ وجُود
اُسی کے ذکر کی صورت ہے نغمۂ انفاس

اُسی کے اذن سے ہے کاروانِ زیست رواں
اُسی کے حکم پہ غیب و شہود کی ہے اساس

اگر ہیں نعمتیں اُس کی شمار سے باہر
تو حکمتیں بھی ہیں اس کی ورائے عقل و قیاس

ہے ارتباطِ عناصر اُسی کی قدرت سے
اُسی کے لطف سے قائم ہے اعتدالِ حواس

وسلموا تسلیما

کیے خلا میں معلّق ثوابت و سیّار
بغیرِ چوب کیا خیمۂ فلک کو راس

بسا ہوا وہ رگ و پے میں کائنات کے ہے
کچھ اس طرح سے گلوں میں نہاں ہو جیسے باس

ہر ایک مومن و منکر کا ہے وہ رزق رساں
ہر ایک بیکس و درماندہ کا ہے قدر شناس

بڑھائی اُس نے زن و آدمی کی یوں توقیر
انھیں بنایا گیا ایک دوسرے کا لباس

مجھے شریک کرے کاش ایسے بندوں میں
جنھیں نہ خوف و خطر ہے کوئی نہ رنج و ہراس

وسلموا تسلیما

اُٹھا کے ہاتھ اُسی کو پکارتا ہوں مَیں
مقام جس کا ہے میری رگِ حیات کے پاس

کیا یہ خاص کرم اس نے نوعِ انساں پر
بنا دیا جو حبیبؐ اپنا غمگسارِ اناس

حبیبؐ وہ جو بنا کائنات کا نوشاہ
رسولؐ وہ جو ہُوا اس کی شان کا عکّاس

حبیبؐ وہ جو محمّدؐ بھی ہے تو احمدؐ بھی
سکھا گیا جو خدائی کو حمد و شکر و سپاس

نبیؐ وہ جس کے لیے محملِ زمانہ رکا
نبیؐ وہ جس نے کیا لامکاں میں اجلاس

کتاب اُس پہ اتاری تو وہ کتابِ مُبیں
جو نورِ رُشد و ہدایت ہے، قاطعِ وسواس

اُسی نے مدحِ رسالت مآبؐ کی خاطر
دیا گداز لب و لہجہ کو، زباں کو مٹھاس

کرم ہو شاملِ حال اُس کا تو ہے اک نعمت
دگرنہ کربِ مسلسل، طبیعتِ حسّاس

کوئی قریب سے کہتا ہے مَیں ہوں تیرے ساتھ
ہجومِ غم میں کسی وقت بھی جو دل ہو اُداس

تسلّیاں مجھے ہر آن کوئی دیتا ہے
نہ کر سکیں گے ہراساں مجھے کبھی غم و یاس

عجیب ذکرِ الٰہی میں ہے اثر تائبؔ
مٹائے زیست کی تلخی، بجھائے روح کی پیاس

وسلموا تسلیما

حمد کب آدمی کے بس میں ہے
ایک حسرت نَفَس نَفَس میں ہے

فکر کیا سوچ کر ہے بال کشا
جس کی پرواز ہی قفس میں ہے

دو جہاں جس کے تابعِ فرماں
کب کسی کی وہ دسترس میں ہے

ہے بقا اس کی ذات کو شایاں
جلوہ فرما وہ پیش و پس میں ہے

اس کی موجِ کرم سے ہی تائبؔ
زیست کی لہر خار و خس میں ہے

وسلموا تسلیما

زباں پر ہے نام اُس حیات آفریں کا
جو تنہا ہے روزی رساں عالمیں کا

وہ ربّ المشارق ، وہ ربّ المغارب
وہی نور ہے آسمان و زمیں کا

تحیات زیبا اُسی کے لیے ہیں
جو فرماں رواہے یسار و یمیں کا

وہی ظلمتوں میں دکھاتا ہے راہیں
سہارا وہی قلبِ اندوہ گیں کا

پہاڑوں کو روئیدگی اُس نے بخشی
ہرا ہے شجر اُس سے جانِ حزیں کا

ہے الحمد ایمان کا حرفِ اوّل
یہی تو ہے سررشتہ پائے یقیں کا

رسول اور نبی بھیج کر اس نے تا ابَد
دیا درس دنیا کو توقیرِ دیں کا

الٰہی! استادہ ہوں میں تیرے آگے ہاتھ پھیلا کر
مری اس کیفیت کو اپنی رحمت سے پذیرا کر

بھٹکتی آنکھ کو مرکوز فرما صبغۃ اللہ پر
دلِ بے تاب کو خوشبوئے یٰسیں سے شکیبا کر

مری بھیگی ہوئی پلکیں مخاطب ہیں تو بس تجھ سے
مری تقدیر کے تاریک غاروں میں اجالا کر

مرے چاروں طرف ہے رقصِ وحشت روک دے اس کو
مرے اندر جو دشمن بڑھ رہا ہے اُس کو پسپا کر

رسولؐ پاک کے رستے سے ہٹ کر خوار ہے اُمّت
امین اس کو فلاح و خیر کا پھر سے خدایا کر

وسلموا تسلیما

فروغِ اقتدارِ پیغمبرؐ کا ہو پھر سے زمانے میں
پریشاں آدمیت پر کرم کا باب پھر وا کر

دُعائے سیّدِ سادات سینے میں فروزاں ہے
حسیں کر دے مری دنیا، حسیں تر میری عقبیٰ کر

ترے محبوبؐ کی توصیف میں لب کھولتا ہوں مَیں
بہاراں آشنا یارب! مری سوچوں کا صحرا کر

زوال آمادہ ہیں ہر چند اعصاب و قویٰ پھر بھی
جواں رکھ میرے جذبوں کو، مرے لفظوں کو اُجلا کر

درود و سلام

وسلموا تسلیما

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلّوا علیہ و اٰلہٖ

ترجمہ :

ہوئے کمال سے اپنے وہ فائزِ رفعت
چھٹی جمال سے اُن کے تمام ظلمتِ شب
خصائل اُن کے سبھی خوب اور پسندیدہ
درُود بھیجیں نبیؐ پر اور اُن کی آل پہ سب

سی حرفی

زمزمۂ درود

'سی حرفی' پنجابی شاعری کی مشہور صنف ہے، جس کا ہر بند بالترتیب الف سے یا تک کے حروفِ تہجّی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اس صنف کو اُردو میں یوں اختیار کیا گیا ہے کہ حروفِ تہجّی بند کے آخر میں بطور ردیف آتے ہیں اور یوں اس نظم کو "سی حرفی زمزمۂ درود" یا "دیوانِ درود" کہا جا سکتا ہے۔

وسلموا تسلیما

نامِ خدا سے سلسلا
زمزمۂ درُود کا
منزلِ ذات کا پتا
نور و ظہورِ مصطفےٰ
روح و رواں کی ہے صدا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

جلوۂ روئے آنجناب
ارض و سما کی آب و تاب
مطلعِ حق کا آفتاب
آپ کی شرعِ مستطاب
قدر گر و جہت نما
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

وسلموا تسلیما

مقصدِ کُن فکاں ہیں آپؐ
قائدِ مُرسلاں ہیں آپؐ
نیّرِ لامکاں ہیں آپؐ
رہبرِ ہر زماں ہیں آپؐ
آپؐ کا شوقِ دل کشا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

آپؐ ہیں جوہرِ حیات
نورِ نگاہِ کائنات
پیکرِ جرأت و ثبات
موجبِ راحت ونجات
فکر و نظر کا منتہا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

نوعِ ذکور کے غیاث
محسنِ طبقۂ اناث
خلقِ خدا کے مستغاث
آپؐ کا عزم وانبعاث
مردہ دلوں کا حوصلا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

عدل کا اُن کے سر پہ تاج
عقل وخرد پہ اُن کا راج
حق نے کہا انھیں سراج
تا ابد اُن کی احتیاج
اُن پہ ہیں دو جہاں فِدا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

آپؐ ہیں ضامنِ فلاح
شاہدِ اوج، انشراح
آپؐ نگاہ کی صباح
آپؐ سے ہی دلوں کی راح
آپؐ کا ذکر جانفزا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

زیست کی راہِ سنگلاخ
اُن کے کرم سے ہے فراخ
بارور اُن سے شاخ شاخ
مہکے ہیں اُن سے کنج و کاخ
نور ہے اُن کا جابجا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

آپؐ کی دلنواز یاد
کرتی ہے جسم و جاں کو شاد
دیتی ہے مدح گر کو داد
بھرتی ہے دامنِ مراد
آپؐ ہیں معدنِ عطا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

جن کے سبب طلب لذیذ
زیست کی تاب و تب لذیذ
تلخیٔ روز و شب لذیذ
علم و فن و ادب لذیذ
جن سے قدم قدم ہدیٰ
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

وسلموا تسلیما

مرسلِ خوش خبر حضورؐ
خسروِ خشک و تر حضورؐ
دہر کے چارہ گر حضورؐ
حسن ہیں سر بسر حضورؐ
رحمتِ حق کی انتہا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

میرِ عجم، شہِ حجاز
جن پہ کھلا ہر ایک راز
جن کے غلام سرفراز
جن پہ ہے سروری کو ناز
والیِٔ کشورِ بقا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

جسم پہ صبر کا لباس
ہاتھ میں پرچمِ سپاس
شکر طراز و حق شناس
قصرِ وجود کی اساس
مہرِ سپہرِ ارتقا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

آپؐ بہارِ عرش و فرش
عزّ و وقارِ عرش و فرش
تاب و قرارِ عرش و فرش
دار و مدارِ عرش و فرش
دیدہ و دل کا مدّعا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

وسلموا تسلیما

آپؐ کا ہے پیام خاص
خلقِ خدا کے نام خاص
آپؐ کی بزمِ عام خاص
عظمت و احترام خاص
آپؐ کا مرتبہ جدا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

پھیلا ہُوا ہے خوانِ فیض
آتے ہیں طالبانِ فیض
پاتے ہیں ارمغانِ فیض
کہتے ہیں داستانِ فیض
لب پہ ہے سب کے مرحبا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

رُوح کا اُن سے ارتباط
باعثِ فرحت و نشاط
قلب ہے آپ کی رباط
کم ہے کوئی یہ انبساط
میرے لبوں پہ ہے سدا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

عجزِ طبیعتِ حفیظؔ
رنگِ محبّتِ حفیظ
شوق و عقیدتِ حفیظ
عزّت و شہرتِ حفیظ
صدقہ ہے اُس جناب کا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

وسلموا تسلیما

سرورِ دیں کا اتّباع
ضامنِ اوج و ارتفاع
یورشِ کرب کا دفاع
میری گراں بہا متاع
عشقِ حبیبؐ کبریا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

خیر سے ان کا اتّصاف
شانِ کرم کا اعتراف
قدرتِ حق کا انکشاف
آئینہ دل کا ہو جو صاف
دیکھیے اُن کو بر ملا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

کُنجِ مزار کا چراغ
عشقِ نبیؐ کا داغ داغ
قلب نہ کیوں ہو باغ باغ
پائے حرم کا جب سراغ
آئے نہ لب پہ کیوں صدا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

دہر میں آپ سا رفیق
آپ سا محسنِ شفیق
کوئی معلّمِ خلیق
کوئی بھی صاحبِ طریق
آیا ہے اور نہ آئے گا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

وسلموا تسلیما

دُرِّ یتیم کی دمک
پھیلی زمیں سے تا فلک
آپ کے دَور کی دھنک
جلوہ فشاں ہے آج تک
زمزمہ پاش ہے ہوا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

آپ کا فیض لازوال
آپ کے حسن میں کمال
آپ کے رعب میں جمال
لاؤں کہاں سے مَیں مثال
کوئی نہیں ہے آپ سا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

مدح سرا ہے انگ انگ
بجتا ہے دل کا جلترنگ
ناچ اٹھے فضا میں رنگ
تازہ بتازہ ہے اُمنگ
قافلہ یاد کا چلا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

آپ ہیں تابشِ حرم
آپ ہیں نازشِ اُمم
کم تو نہیں یہی کرم
رہروِ حق ہیں تازہ دم
زیرِ لوائے مصطفےٰ
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

وسلموا تسلیما

ذکرِ رسولؐ رات دن
رکھتا ہے دل کو مطمئن
جس پہ فدا ہیں انس و جن
جس کی طلب ہیں سال و سن
کون ہے آپ کے سوا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

شاہِؐ امم، جہاں پناہ
جن و بشر کے خیر خواہ
جھکتے جہاں ہیں مہر و ماہ
ہے وہ اُنھی کی بارگاہ
شاہ بھی ہیں جہاں گدا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

آپ کی دُھوم کو بکو
آپ کی دھاک سو بسو
اہلِ زمیں کی آبرو
آپ ہیں جانِ آرزو
آپ ہیں رُوحِ التجا
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

پائے حضورؐ چھُو کے ہی
زندگی زندگی ہوئی
اُن کی زکاتِ آگہی
قلب و نظر کی روشنی
اسوۂ سیّدِ الوریٰ
صلِّ علیٰ نبیّنا
صلِّ علیٰ محمّدٍ

صلی اللہ علیہ وسلم

سلام

بحضورِ سیّدِ انام

خُلق جن کا ہے بہارِ زندگی اُن پر سلام
نطق جن کا ہے مدارِ آگہی اُن پر سلام

ہر گھڑی سانسوں کو مہکاتا ہے جن کا نامِ پاک
ہے ضمیروں میں بھی جن کی روشنی اُن پر سلام

جن کا اُسوہ حسن و خوبی کا اچھوتا شاہکار
وجہِ قربِ حق ہے جن کی پیروی اُن پر سلام

وہ شہنشاہِ زمن جن کا خزانہ اعتماد
دُور فرمائی جنھوں نے بیدلی اُن پر سلام

ہر عطائے ایزدی کی انتہا جن پر ہوئی
ہر زمانے کے لیے جو ہیں نبیؐ اُن پر سلام

وسلموا تسلیما

جن کے حق ہیں مومنوں پر ان کی جانوں سے زیاد
ہاتھ جن کے آبرو ہے خلق کی اُن پر سلام

جن کے دَم سے ہے تسلسل کا عمل آفاق میں
جن کی خاطر گردشِ دوراں رُکی اُن پر سلام

جن کے مفتوحہ علاقے ہیں مکان و لامکاں
مہر و مہ کرتے ہیں جن کی چاکری اُن پر سلام

فطرتِ معصوم کی ہر تازہ کاری اُن کی نذر
بھیجتی ہے سازِ دل کی نغمگی اُن پر سلام

صلی اللہ علیہ وسلّم

منزلِ ذات کا تنہا رہرو صلی اللہ علیہ وسلم
مطلعِ اَوْ اَدْنیٰ کا ماہِ نو صلی اللہ علیہ وسلم

کاہکشاں نقشِ قدم اُس کے، نصب خلاؤں میں عَلَم اُس کے
شمس و قمر ہیں اس کے پرتو صلی اللہ علیہ وسلم

منتظرِ ارشادِ قدر ہے، وا اس پر ہر یمن کا دَر ہے
ملکِ رسالت کا وہ خسرو صلی اللہ علیہ وسلم

شان اُس کی آدابِ محبت، پہچان اُس کی حسنِ اطاعت
عزم اُس کا اِک لافانی رَو صلی اللہ علیہ وسلم

وسلموا تسلیما

توقیرِ انساں ٹھہری ہے، تنویرِ امکاں ٹھہری ہے
عرصۂ حق میں اُس کی تگ و دو صلی اللہ علیہ وسلم

مُرسل اُس کے نام پہ شیدا، عاصی بھی رحمت کے جویا
سارے زمانے اُس کے پیرو صلی اللہ علیہ وسلم

حُسن جہاں کا، خلد کے منظر، تائبؔ ہیں سرکار کے مظہر
وہ ازلی پَو، وہ ابدی ضَو صلی اللہ علیہ وسلم

وسلموا تسلیما

نور و ظہور

دیباچۂ امکاں

رسولِ اکرم کا نامِ نامی
وُہ کلکِ فطرت کا حرفِ اوّل
بنا جو عنواں کتابِ کُن کا
حضورؐ کی ہستیٔ گرامی

ہے ممکناتِ جہاں کا جوہر
جوازِ لوح و قلم اُنھی سے
وجود اُنھی سے
عدم اُنھی سے
اگر نہ ہوتے مرے پیمبرؐ
تو نقشِ امکاں اُبھر نہ سکتا

نہ یہ عناصر کا میل ہوتا
نہ کھیل ہوتا یہ روز و شب کا
سلام اُس آیۂ مُبیں پر

وسلموا تسلیما

نُورِ اوّلیں

بقولِ جابرؓ، کہا یہ پیغمبرِؐ خدا نے
کہ نور میرا ہی سب سے پہلے
خدائے قدوس نے بنایا
نہ جانے کب تک وُہ نورِ اوّل رہا ہمکتا
جہانِ بالا میں
اپنے خلّاق کی رضا سے
کوئی بھی شے اُس گھڑی نہیں تھی
نہ لوحِ محفوظ تھی نہ کرسی
نہ عرش تھا اور نہ بحر و بر تھے
نہ تھی بہشتِ بریں نہ دوزخ
نہ تھے فرشتے نہ جنّ و آدمؑ
وُہ نورِ رحمت ظہور سے پہلے ضوفشاں تھا
سلام اُس نورِ اوّلیں پر

وسلموا تسلیما

سرنامۂ تخلیق

ہُوا جو منظورِ حق تعالیٰ کو اپنا اظہار
تو پھر اُس نے
حضورؐ اکرم کے نورِ مفرد کو
منقسم کر کے چار حصّوں میں
ایک حصّے سے اُس نے پیدا کیا قلم کو
بنائے پھر لوح و عرش و کرسی
پھر ایک حِصّے سے آب و گِل کو وجُود بخشا
خدائے قادر نے
جس زمانے میں
مصطفیٰؐ کو نبی بنایا
جنابِ آدمؑ تھے اُس زمانے میں
درمیاں روح اور جسد کے
سلام سرخیلِ مرسلیں پر

وسلموا تسلیما

میثاق

بروزِ میثاق
ذاتِ باری نے
عہد نبیوں سے یہ لیا تھا
کریں گے تائید وہ سب اُن کی
جو سب سے آخر میں آنے والے ہیں اِس جہاں میں
وہی جو مصداقِ آرزوئے خلیلؑ بھی ہیں
کلیمؑ جن کے ہوئے منادی
مسیحؑ جن کے بنے مبشّر
سلام مبعوثِ آخریں پر

خاتمُ الانبیاؑ

وُہ مصطفےٰ ہیں
وُہ مجتبیٰ ہیں
رؤف بھی ہیں ، رحیم بھی ہیں
بشیر بھی ہیں ، نذیر بھی ہیں
وہی ہیں یٰسین
وہی ہیں طٰہٰ
چراغِ روشن
نفوس کے ہیں وہی مزکّی
کتابِ حکمت پڑھانے والے
بُلانے والے خدا کی جانب

وسلموا تسلیما

نکالنے والے ظلمتوں سے
وُہ حق کے حامل
وُہ حق کے مرکز
انھی کو حق نے بنا کے بھیجا
جہاں کی رحمت
اُنھی پہ دیں ہو گیا مکمّل
ہوئی تمام اُن پہ حق کی نعمت
سلام اُس نازشِ زمیں پر

اوجِ کمال

وُہ ہیں محمّدؐ، وہی ہیں احمدؐ
وہی ہیں ماحی، وہی ہیں حاشر، وہی ہیں غالب
وہ ٹھہرے سب انبیا کے خاتم
نبی کوئی اُن کے بعد آئے، نہیں یہ ممکن
اٹھائے جائیں گے روزِ محشر، وہ سب سے پہلے
ملے گا اذنِ شفاعت اُن کو
وہ دیں گے مایوس اُمتوں کو
بشارتیں بخشش و عطا کی
اُنھی کے ہاتھوں میں سب خزانوں کی کنجیاں ہوں گی

وسلموا تسلیما

پرچمِ حمدِ پاک ہوگا
وہ سب سے پہلے عطا کریں گے
بہشت کے گلشنوں کو رونق
فقیر و محتاج اُن کی اُمّت کے
اس گھڑی اُن کے ساتھ ہوں گے
سلام اُس تاجدارِ دیں پر

وسلموا تسلیما

میلادُالنّبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مبارک ہو جنابِ مصطفےٰ کی آمد آمد ہے
زمیں پر سربراہِ انبیا کی آمد آمد ہے
خدائی شاد ہوگی مژدہَ اتمامِ نعمت سے
سریر آرائے اقلیمِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے
سنانے کے لیے آیاتِ قرآں اہلِ عالم کو
رسولِ ہاشمی سے خوشنوا کی آمد آمد ہے
خدائے پاک نے فریاد سن لی غم نصیبوں کی
جہاں میں حضرتِ خیرالوریٰ کی آمد آمد ہے
وہ جن پر شاق گزریں گی تکالیف اہلِ ایماں کی
اُنھیں میں سے اُنھیں کے پیشوا کی آمد آمد ہے
دیارِ دل کو خوشبوئے عقیدت سے بسا لیجے
وفا کی مشعلوں سے جادۂ جاں جگمگا لیجے

وسلموا تسلیما

دکھی انسانیت کے چارہ گر تشریف لاتے ہیں
ہے جن کی ذات رحمت سر بسر تشریف لاتے ہیں

کریں گے جو مسخر دہر کو اخلاقِ عالی سے
وہ دل کی سلطنت کے تاجور تشریف لاتے ہیں

خبر دیتے چلے آئے ہیں جن کی انبیا سارے
ابد تک کے وہی پیغامبر تشریف لاتے ہیں

جو محبوبؐ خدا ہیں، باعثِ تخلیقِ عالم بھی
زہے قسمت بنو ہاشم کے گھر تشریف لاتے ہیں

خدائی جن کے در سے بھیک پائے گی تمدّن کی
زمانہ جن کا ہے دریوزہ گر تشریف لاتے ہیں

وہ آتے ہیں نہیں جن کا کوئی ثانی، کوئی ہمسر
وہ آتے ہیں جو ہیں دونو جہاں کے سید و سرور

ولادتِ باسعادت

ہُوا جلوہ گر آفتابِ رسالت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
مٹی دہر سے کفر و باطل کی ظلمت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا

بر آئی بالآخر تمنّائے فطرت، چلی باغِ عالم میں بادِ مسرّت
ہنسی زندگی، جھُوم اُٹھّی مشیّت، زمیں جگمگائی فلک جگمگایا

بہشتِ بریں کے کھُلے باب سارے فلک سے ملائک سلامی کو اُترے
ہوئی سَرورِ انبیا کی ولادت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا

اُجالا صداقت، محبّت، وفا کا، کراں تا کراں ساری دنیا میں پھیلا
ہوئی جب نمُودار صبحِ سعادت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا

جو پھوٹی کرن خانۂ آمنہ سے زمانہ چمک اٹھّا اُس کی ضیا سے
ملی نوعِ انساں کو راہِ ہدایت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا

وسلموا تسلیما

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبِ خیرِ کثیر

جتنی دامنِ زیست میں دولتیں ہیں
جتنی جودتیں ہیں ، جتنی نُدرتیں ہیں
حسن و خیر کی جتنی بھی صورتیں ہیں
اُن کے خلقِ عظیم کی وسعتیں ہیں

سازِ ہست کے جتنے آہنگ ٹھہرے
استقبال کے دیکھے سامان جتنے
اوجِ فکر کے پائے امکان جتنے
اُن کے اُسوۂ پاک کے رنگ ٹھہرے

اُن کے حصے میں خیرِ کثیر آئی
اعتبارِ وجود ہے نام اُن کا
عہد ساز پیام و نظام اُن کا
اُن کے ساتھ کتابِ منیر آئی

دُولھا کون حیات برات کا ہے
ضامن حشر میں کون نجات کا ہے

(سانیٹ)

وسلموا تسلیما

اے صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے سلسلۂ دعوت و ارشاد کے سرتاج
دیتا ہے ترے نام کو ہر عزّ و شرف باج
تہذیب و تمدّن ہیں ترے بحر کی امواج ـــــ اے صاحبِ معراج!

معیارِ فضیلت ہے تری زیست کا انداز
انوارِ محبّت سے ہے اُمّت تری ممتاز
مینارِ ہدایت ہے ترے دین کا منہاج ـــــ اے صاحبِ معراج!

پیرو ہیں ترے بُت شکن و فاتحِ دوراں
کردار ہے جن کا صفتِ صبحِ درخشاں
نصرت کا نشانِ ابدی ہیں تری افواج ـــــ اے صاحبِ معراج!

پامالِ ستم ہم ہیں تری راہ سے ہٹ کر
رُسوا ہوئے اغیار کے دامن سے لپٹ کر
حال اپنا ہے تیرے کرمِ خاص کا محتاج ـــــــ اے صاحبِؐ معراج!

صد شکر نگاہوں میں فقط اب ترا در ہے
پستی کے مکینوں کی بلندی پہ نظر ہے
ہر مرحلے میں ملّتِ بیضا کی رہے لاج ـــــــ
اے صاحبِؐ معراج!

آیاتِ رحمت

بہارِ فکر ہے تذکارِ خواجۂ لولاک
منارِ نور ہے کردارِ خواجۂ لولاک

بساطِ زیست پہ تاباں نقوشِ عہدِ رسولؐ
ابد فروز ہیں اقدارِ خواجۂ لولاک

امینِ خیر ہے پیغامِ سیدِ ابرارؐ
محیطِ دہر ہیں انوارِ خواجۂ لولاک

سخن کی جاں ہے بیانِ پیمبرِ رحمت
حیات بخش ہیں افکارِ خواجۂ لولاک

ہر ایک دل ہے فدائے شمائلِ حضرتؐ
ہر اک نظر ہے طلب گارِ خواجۂ لولاک

محمدِ عربی التفات کا پیکر
محمدِ عربی کائنات کا محور

وسلموا تسلیما

کہاں زمان و مکاں میں جوابِ شاہِ امم
ہمہ نجات رہِ مستطابِ شاہِ امم

جمالِ کون و مکاں گردِ کاروانِ نبیؐ
جلالِ فقر و غنا ہم رکابِ شاہِ امم

ستم کشوں کے لیے شفقتِ امامِ رسل
ستم گروں کے لیے احتسابِ شاہِ امم

نشانِ امن و اماں کار زارِ ہستی میں
پناہِ عالمیاں ہے جنابِ شاہِ امم

سب آبروئیں، لہو، مال بیش قیمت ہیں
یہی تھا آخری حج میں خطابِ شاہِ امم

محمدِ عربی شاہِ عافیت آثار
محمدِ عربی ماہِ زندگی پرور

وسلموا تسلیما

عیاں ہیں دن کی طرح سب صفاتِ ختمِ رسلؐ
کھلی کتاب ہے گویا حیاتِ ختمِ رسلؐ

ہر ارتقا ہے انھی کی نظر سے اذنِ طلب
تمام حسنِ تمدن ، زکاتِ ختمِ رسلؐ

ضیا فگن ہے دلیلِ وجودِ حق بن کر
جریدۂ دو سرا پر ثباتِ ختمِ رسلؐ

جو زندگی کو ہمیشہ حرارتیں دے گا
وہ آفتاب ہے، دنیا میں ذاتِ ختمِ رسلؐ

کتابِ زندہ و شرعِ متین و دینِ مبیں
جہاں میں کم تو نہیں معجزاتِ ختمِ رسلؐ

محمدِ عربی اعتبارِ لوح و قلم
محمدِ عربی افتخارِ جن و بشر

وسلموا تسلیما

جہاں میں نور سراپا کتابِ پیغمبرؐ
فلاح و خیر کا طُغرا کتابِ پیغمبرؐ

نصابِ تازہ و محکم برائے نوعِ بشر
کتابِ ارفع و اعلیٰ کتابِ پیغمبرؐ

حیات و موت کے سب راز کھولنے والی
رموزِ دیں سے مجلّا کتابِ پیغمبرؐ

وہ اعتبارِ وجود و عدم صحیفۂ حق
امینِ ماضی و فردا کتابِ پیغمبرؐ

وہ جس کے باب میں امّ الکتاب آیا ہے
وہ اپنی شان میں یکتا کتابِ پیغمبرؐ

محمدِ عربی امتیازِ باطل و حق
محمدِ عربی بے نیازِ لعل و گہر

وسلموا تسلیما

اساسِ عدل و مساوات دینِ سرورِ دیں
تمام نوعِ بشر ہے رہینِ سرورِ دیں

کفیلِ راحتِ عالم ہے سنّتِ نبوی
سبیلِ خیر ہے شرعِ متینِ سرورِ دیں

بصیرتوں کا ہے مظہر وہ چہرۂ روشن
صداقتوں کا نشاں ہے جبینِ سرورِ دیں

سکھائے سرورِ دیں نے معارفِ ہستی
ہیں سب فلاسفہ بھی خوشہ چینِ سرورِ دیں

جہاں میں وجہِ شرف ہے اگر تو حُسنِ عمل
اصولِ حق، سخنِ دل نشینِ سرورِ دیں

محمّدِ عربی آرزوئے دیدہ وراں
محمّدِ عربی آبروئے اہلِ ہنر

(ترجیع بند)

یَا اَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ

اے مرسلِ پاکیزہ خو   کس خُلق کا پیکر ہے تُو
قرآں ہے گویا ہو بہو
کشور کشائے بحر و بر   احسان ہے تُو سر بسر
تو ھر زماں کی آبرو
تو کائناتِ حسن ہے   تیری زکاتِ حسن ہے
یہ آب و گِل ، یہ رنگ و بو
سب رنگ ہیں اِک رنگ سے   بتلا دیا کس ڈھنگ سے
دل پر بٹھا کر نقشِ ہُو
تھے وہ نجومِ اہتدا   بخت ان کے تھے کتنے رسا
بیٹھے جو تیرے رو برو

روما، حبش، ایران سے　　سب آ کے تیرے ہوگئے
جن کو تھی حق کی جستجو
خوابوں میں آکر مسکرا　　بیداریوں کو جگمگا
اے آمنہ کے ماہ رو
چہرہ ترا تکتا رہوں　　تجھ سے تری باتیں سنوں
رکھتا ہوں میں بھی آرزو
دیکھے دُعا بابِ اثر　　شامِ الم کی ہو سحر
مدحت سرا ہو مُو بہ مُو
یٰاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ

(مثلّث)

کتابِ مُبیں

درُود و سلام اُس شہِ انبیا پر اُتارا ہے قرآن جس پر خُدا نے
وہ قرآں کہ جس کی بلیغ آیتیں ہیں خفی و جلی حکمتوں کے خزانے

کتابِ مبیں جس کو رُوح الامیںؑ خاتم المرسلینؐ کی طرف لے کے آیا
وُہ وحیِ الٰہی کہ جس کی حفاظت کا ذمّہ لیا آپ ربِّ عُلا نے

جو بندوں کی جانب پیامِ خدا ہے، جو رحمت، نصیحت، ہدایت شفا ہے
وہ منشورِ آخر جسے روح سمجھے، جسے قلب جانے، جسے ذہن مانے

کُھلے جس کی ترتیل سے ہم پہ عقدے زمان و مکاں کے ورا اور ا کے
ہوئے جس کی تنزیل سے ہم پہ روشن ازل سے ابد تک کے سارے زمانے

وُہ مجموعۂ خیر روشن صحیفہ، بٹھایا ہے اسلام کا جس نے سکّہ
سکھایا ادب جس نے خیرالورٰی کا سکھایا ادب جس کا خیرالورٰی نے

زرّیں اُفق

ازل سے رواں ہیں
رُتوں کے سُبک کارواں،
لمحہ لمحہ نئی منزلوں کی طرف،
لحظہ لحظہ نئی سرزمینوں کی دُھن میں
مہ و سال کی گردشوں کے جلَو میں
ہواؤں کی رَو میں
مگر ایک زرّیں افق
ہر مسافر کے ذہن و دل وجاں پہ چھایا ہُوا ہے
وہ زرّیں افق آستانِ نبیؐ ہے
جہاں رِفعتیں سر جُھکائے ہوتے ہیں
جہاں فصلِ گُل کا تبسم سمٹ کر اَمر ہو گیا ہے

(نظمِ آزاد)

مدینۃ الرسول

سر نامۂ جمال مدینہ رسول کا
سرچشمۂ نوال مدینہ رسول کا

آب و ہوا ہے جس کی مداوائے رنج و غم
لطف و کرم کی جھال مدینہ رسول کا

ٹھہری تھی جس پہ سیدِ کونین کی نظر
وہ نقطۂ کمال مدینہ رسول کا

انفاسِ مصطفٰے سے مہکتا ہے آج بھی
وہ شہرِ بے مثال مدینہ رسول کا

ہر دل کی آرزو ہے وہ کاشانۂ وفا
ہر آنکھ کا سوال مدینہ رسول کا

ٹھہرا جہاں پہ قافلۂ نوبہار ہے
ذروں سے جس کے قدرتِ حق آشکار ہے

مقصودِ کائنات دیارِ حبیبؐ ہے
ملجائے شش جہات دیارِ حبیبؐ ہے

طوفانِ شر سے ہر کوئی محفوظ ہے جہاں
وہ ساحلِ نجات دیارِ حبیبؐ ہے

دامن سے جس کے دورِ سعادت ہوا طلوع
وہ مطلعِ حیات دیارِ حبیبؐ ہے

وہ جس میں نور پاش حرم ہے حضورؐ کا
ارضِ تجلّیات دیارِ حبیبؐ ہے

آثار جس میں خندق و بدر و احد کے ہیں
وہ خطّۂ ثبات دیارِ حبیبؐ ہے

ہر گوشہ اس کا مرجعِ لیل و نہار ہے
تاریخِ اہلِ حق کا وہ آئینہ دار ہے

وسلموا تسليما

محبوبِ انس و جاں ہے مدینہ منوّرہ
دنیا ہے جسم، جاں ہے مدینہ منوّرہ

کون و مکاں کے تپتے ہوئے ریگ زار میں
رحمت کا سائباں ہے مدینہ منوّرہ

کس شان سے جہاں کے اندھیروں کے درمیاں
گل بار و ضو فشاں ہے مدینہ منوّرہ

لہروں کے جزر و مد سے سفینہ ہے بے نیاز
وہ جس کا بادباں ہے مدینہ منوّرہ

جس کی پناہ میں ہیں سبھی بیکسانِ دہر
وہ گوشۂ اماں ہے مدینہ منوّرہ

وہ رحمتِ تمام کا نوریں دیار ہے
ہر جاں کو اس دیار میں حاصل قرار ہے

وسلموا تسلیما

خاتم جہاں، نگیں ہے مدینے کی سرزمیں
ہر دل میں جاگزیں ہے مدینے کی سرزمیں

جس نور سے بنائے گئے عرش اور فرش
اس نور کی امیں ہے مدینے کی سرزمیں

امکاں کا دشت جس کی بدولت ہے پُربہار
وہ گلشنِ حسیں ہے مدینے کی سرزمیں

گونجی ہے جو اذانِ بلالی سے مدتوں
وہ دلکشا زمیں ہے مدینے کی سرزمیں

ہر غنچۂ فسردہ گلِ تازہ ہے جہاں
کیا راحت آفریں ہے مدینے کی سرزمیں

وہ خاکِ پاک اہلِ زمیں کا وقار ہے
قدموں میں اس کے عظمتِ گردوں نثار ہے

اقلیمِ حُسن، کشورِ انوار طیّبہ
بیتِ رسولؐ، قریۂ انصار طیّبہ

اسما ہیں اس کے ناجیہ، محروسہ، قاصمہ
محفوظہ، عاصمہ، حسنہ، دار، طیّبہ

مرحومہ، خیرہ، خیّرہ، مرزوقہ، مومنہ
ارض اللہ، طیبہ، منزلِ ابرار، طیّبہ

معصومہ و مدینہ، محبوبہ و مقر
مسکینہ، طابہ، غلبہ، گھر بار طیّبہ

حکمِ نبیؐ ہے اس کو جو یثرب پکار لے
توبہ کے بعد وہ کہے دس بار طیّبہ

اس بلدۂ عظیم میں وہ شہر یار ہے
جس پر فلاح و فوز کا سب انحصار ہے

نور منشور

لب کھُلے جب نبیؐ کی مدحت میں
پھول کِھلنے لگے طبیعت میں

پائی ہر تلخیٔ الم سے نجات
کھو کے تذکارِ شہؐ کی لذّت میں

کیا طلب اَور اب کروں حق سے
نعتِ خیرؐالوریٰ ہے قسمت میں

نورِ منشور اُس نے بخشا ہے
سیرتِ مصطفیٰؐ کی صورت میں

دین و دنیا کا امتزاجِ حسیں
نظر آیا اُنھی کی سیرت میں

ارتقا آشنا ہوئیں قومیں
آپؐ کی جانفزا قیادت میں

مستنیر آپؐ کی حیات سے ہے
شان جو بھی ہے آدمیّت میں

حُسن اور سادگی کے سب جوہر
ہوئے یکجا رسُولِ رحمت میں

پہلی ساری نبوّتوں کے کمال
جمع ہیں آخری رسالت میں

دو جہاں کی سعادتیں پنہاں
شہِؐ ابرار کی اطاعت میں

ایک سے ہیں تونگر و نادار
محسنِ خلق کی عدالت میں

کس محبّت کا درد شامل ہے
ان کے پیرایۂ ہدایت میں

چارہ سازی اُنھی کو زیبا تھی
دل نوازی تھی اُن کی فطرت میں

کون ثانی مرے حضورؐ کا ہے
خُلق میں، صدق میں، امانت میں

کون ہمسر بشرؐ انام کا ہے
عدل و احساں میں، خیر و برکت میں

آسماں کی نظر نے کب دیکھا
عابد اُن سا زمیں کی وسعت میں

آپؐ کی یاد نے سکوں بخشا
میں گھِرا جب کسی مصیبت میں

آپؐ کا چہرہ ماہتاب بنا
میری ہر ایک شامِ عُسرت میں

وہی پُرسانِ عاصیاں ہوں گے
پرسشِ عَرصۂ قیامت میں

فقرا اُن کے ہم قدم ہوں گے
جب وہ جائیں گے باغِ جنّت میں

وسلموا تسلیما

جو خزف اُن کی راہ گزار کا ہے
وہ گہُر سے فزوں ہے قیمت میں

قریۂ رنگ اُن کا شہرِ حسیں
جلوہ گر ہے جو اشکِ حسرت میں

پھیلے دنیا میں جو دھنک بن کر
سمٹ آئے جو دل کی خلوت میں

رکھ امیدِ قبول اے تائبؔ
پیش کر عجز اُن کی خدمت میں

نیاز و گداز

وسلموا تسلیما

اے ہادیٔ دارین ، مقدر گرِ آفاق
مخلوق فدا تجھ پہ ہے خالق ترا مشتاق

پائی ہیں تمدن نے ضیائیں ترے در سے
روشن ہیں ترے فیض سے تاریخ کے اوراق

بے مایہ ہے سب کچھ ترے ارشاد کے آگے
وُہ دانشِ افرنگ ہو یا حکمتِ اشراق

بس تُو ہے فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا کا مخاطب
پیرو ہیں ترے آیۂ اَعْلَوْنَ کے مصداق

اللہ نے کونین کی تخلیق سے پہلے
نبیوں سے لیا تھا تری تائید کا میثاق

وسلموا تسلیما

اللہ کی بیعت ہے ترے ہاتھ پہ بیعت
تیرے ہی اشارے پہ ہے تقدیر کا اطلاق
انوار ترے ظلمتِ دوراں کا مداوا
تذکار ترا زہرِ معاصی کو ہے تریاق
تیری ہی طرف سارے زمانے کی نظر ہے
تُو کعبۂ افکار ہے تُو قبلۂ اشواق
مربُوط ہے دامن سے ترے خیر کی تکمیل
مشرُوط تھی بعثت سے تری عظمتِ اخلاق
تخلیق کا شہکار تری ذاتِ گرامی
ہر نقش ترا شاہدِ یکتائیِ خلّاق

وسلموا تسلیما

بارگاہِ پاک میں پہنچے ثنا کرتے ہوئے
مدّعا پایا ہے عرضِ مدّعا کرتے ہوئے
بے نیازِ نعمتِ کون و مکاں ہوتے گئے
کوچۂ سلطانؐ عالم میں صدا کرتے ہوئے
دیدہ و دل میں گلِ جلوہ سمٹتے ہیں کہاں
کب یہ صورت سامنے تھی التجا کرتے ہوئے
کب مجھے تھی جاں کی پروا، کب مجھے تھا سر کا ہوش
سجدۂ شکر اُن کی مسجد میں ادا کرتے ہوئے
کوئی آنے جانے والا ہر گھڑی نظروں میں تھا
کھوئے یوں نظارۂ غارِ حرا کرتے ہوئے

وسلموا تسلیما

لوگ چمکاتے چلے جائیں گے اپنے روز و شب
اسوۂ سرکارؐ سے کسبِ ضیا کرتے ہوئے

رمزِ ہستی ، رازِ فطرت ، سِرّ ذات و کائنات
ہر خبر پائی تلاشِ مصطفٰے کرتے ہوئے

التفاتِ سیّدِ سادات کب محدود ہے
وسعتِ دامن بھی دیتے ہیں عطا کرتے ہوئے

تھام کر دامن کو اُن کے بے محابا رو دیا
مَیں کہ گھبراتا تھا اُن کا سامنا کرتے ہوئے

وسلموا تسلیما

وُہ ہادیِ جہاں جسے کہیے جہانِ خیر
نسبت سے اُس کی میرا وطن ہے نشانِ خیر

وُہ تابِ جاں، سحابِ کرم، انتخابِ حق
وہ شانِ فقر، آنِ تمدّن، روانِ خیر

اس کا پیامِ انس و مواخات، روحِ دیں
اُس کا نظامِ عدل و مساوات، جانِ خیر

وُہ بارگاہِ ناز سے لوٹا بصد نیاز
لے کر برائے نوعِ بشر ارمغانِ خیر

کتنی عظیم بیعتِ رضواں کی شان ہے
فتحِ مبیں کے ساتھ چلا کاروانِ خیر

وسلموا تسلیما

آلِ نبیؐ سفینۂ بحرِ حیات ہے
اصحاب ہیں نجوم سرِ آسمانِ خیر

یارب! جہاں میں دستِ خزاں ہے دراز تر
محفوظ اس کے شر سے رہے گلستانِ خیر

فتنوں کی تیز دھوپ میں قائم رہیں حواس
خیرالامم کے سر پہ رہے سائبانِ خیر

تائب نگاہِ رحمتِ عالمؐ سے بن گیا
ہر مصرعِ ثنائے نبیؐ ترجمانِ خیر

وسلموا تسلیما

جب شامِ سفر تاریک ہوئی وہ چاند ہویدا اور ہوا
منزل کی لگن کچھ اور بڑھی، دل زمزمہ پیرا اور ہوا

جب کُہر فضاؤں پر چھائی، جب صورتِ فردا دُھندلائی
منظر منظر سے جلوہ فشاں وہ گنبدِ خضرا اور ہوا

ہر حال میں اُن کی موجِ کرم، تھی چارہ گرِ ادبار و الم
حد سے گزری جب تلخیِ غم لطفِ شہِ بطحا اور ہوا

جوں جوں وُہ حرم نزدیک آیا، کب نظّارے کا یارا تھا
جھکتی ہوئی نظریں اور جھکیں، سوچوں میں اجالا اور ہوا

انداز پذیرائی سے ہوا، رنگ اُن کی محبت کا گہرا
رحمت کے دریچے اور کھُلے، مدحت کا تقاضا اور ہوا

پہلے بھی اُس کی تابانی، کچھ رُوئے زمیں پر کم تو نہ تھی
جب ثَور کی منزل سے گزرا اُس ماہ کا چرچا اور ہُوا

وسلموا تسلیما

سو بسو تذکرے اے میرِ امم تیرے ہیں
اوجِ قوسین پہ ضَو ریز عَلَم تیرے ہیں
وقت اور فاصلے کو بھی تری رحمت ہے محیط
سب زمانے ترے، موجود و عدم تیرے ہیں
جیسے تارے ہوں سرِ کاہکشاں جلوہ فشاں
عرصۂ زیست میں یوں نقشِ قدم تیرے ہیں
اہلِ فتنہ کا تعلق نہیں تجھ سے کوئی
قافلے خیر کے اے خیر شیم تیرے ہیں
ہیں تری ذات پہ سو ناز گنہگاروں کو
کیسے بے ساختہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے ہیں

وسلموا تسلیما

ہم کو مطلوب نہیں مال و منالِ ہستی
ہم طلبگار فقط تیری قسم تیرے ہیں
ناز برداریٔ دنیا کی مشقت میں نہ ڈال
ہم کہ پروردۂ صد ناز و نعم تیرے ہیں
ان کی خوشبو سے مہک جائے مشامِ عالم
میرے دامن میں جو گلہائے کرم تیرے ہیں

وسلموا تسلیما

رحمتِ حق سایہ گستر دیکھنا اور سوچنا
اِک نظر شہرِ پیمبر دیکھنا اور سوچنا

کس قدر روشن ہیں انساں کے لیے صدیوں کے رنگ
وادیٔ طابہ کے منظر دیکھنا اور سوچنا

اس کے ہوتے کس اُجالے کی ہے دنیا کو تلاش
سبز گنبد کو برابر دیکھنا اور سوچنا

سنگ بھی جھکے ہیں کیسی نکہتِ انفاس ہے
دیر تک محراب و منبر دیکھنا اور سوچنا

عاصیوں کو اُن کی چشمِ لطف رکھتی ہے عزیز
پیہم اپنا دامنِ تر دیکھنا اور سوچنا

نزہتِ بُستانِ سلمانؓ، عظمتِ صحنِ قبا
پاس جا کر، سر جھکا کر دیکھنا اور سوچنا

ارضِ بدر، آثارِ خندق، دامنِ کوہِ اُحد
ہر قدم پر شانِ داور دیکھنا اور سوچنا

وسلموا تسلیما

گُلوں سے دل کی زمینوں کو بھر دیا تو نے
ضمیرِ تیرہ کو گلنار کر دیا تو نے
ہوائے تازہ سے مہکا دیا زمانے کو
مسافروں کو یہ برگِ سفر دیا تو نے
شبِ سیاہ مسلط تھی اس پہ مدّت سے
مری زمیں کو پیامِ سحر دیا تو نے
عبُور کر کے خلا و ملا کی پہنائی
عجب تصوّرِ فتح و ظفر دیا تو نے
سُجھا کے نکتہ خَیرُ الاُمُورِ اَوسَطُھَا
مجھے توازنِ فکر و نظر دیا تو نے

وسلموا تسلیما

برنگِ شمع جلے اور نظر کو ٹھنڈک دے
دلِ بشر کو مزاجِ قمر دیا تو نے
غلام کیوں نہ تری عظمتوں کے گُن گائیں
جنھیں تصرّفِ ہر خشک و تر دیا تو نے
فقیر کیوں نہ عطاؤں کے تذکرے چھیڑیں
سوال سے بھی جنھیں پیشتر دیا تو نے
رہیں گے جس کی حلاوت سے جسم و جاں سرشار
نخیلِ طبع کو ایسا ثمر دیا تو نے

وسلموا تسلیما

وجد میں آدم ہے اوجِ آدمیّت دیکھ کر
مصطفٰےؐ کا شیوۂ تکمیلِ سیرت دیکھ کر

آپ کو مانا گیا سب سے بڑا تاریخ ساز
زیست کے ہر موڑ پہ شانِ قیادت دیکھ کر

گھر ابوسفیان کا بھی ٹھہرا حصارِ عافیت
چرخ حیراں تھا کمالِ عفو و رحمت دیکھ کر

شمعِ ایماں ہر دلِ تاریک میں روشن ہوئی
چہرۂ اقدس پہ انوارِ صداقت دیکھ کر

اہلِ دانش نے اسے مانا ہے منشورِ حیات
شرعِ محبوبؐ خدا کی جامعیت دیکھ کر

وسلموا تسلیما

سازِ دل سے نغمہ کی صورت اٹھی موجِ درود
عظمتِ کردار پر حق کی شہادت دیکھ کر

ذہن میں رکھ آیۂ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ
بات کر طبعِ پیمبر کی نفاست دیکھ کر

بارگاہِ سرورِ دیں میں ہوئی درماں طلب
چشمِ تائب گردشِ احوالِ اُمّت دیکھ کر

وسلموا تسلیما

حُسنِ حیات و نورِ بقا اور کون ہے
نجمِ مقدرِ دوسرا اور کون ہے

دار و مدار کس پہ ہے فیضِ مدام کا
ختمِ رسلؐ، حبیبِ خدا اور کون ہے

والنجم کس کی شوکت و عظمت پہ ہے گواہ
زینت فزائے برجِ دنا اور کون ہے

روشن ہے آئنے کی طرح کس پہ کائنات
شاہد جسے خدا نے کہا اور کون ہے

نسبت ہے کس کریم کی مفتاحِ بابِ خلد
عزّ و وقارِ فقر و غنا اور کون ہے

کس کا کرم زماں و مکاں سے ہے ماورٰی
ہر آن دستگیر مرا اور کون ہے

رحمت ہے اور کون خدائی کے واسطے
تائب شفیعِ روزِ جزا اور کون ہے

عکسِ عہدِ نبیؐ دکھانے لگے
آئنہ خانے جگمگانے لگے

وُہ خد و خال ہیں نگاہوں میں
کیوں نہ تقدیر مسکرانے لگے

ذکر و فکر آپؐ کا نصیب ہُوا
ہاتھ میرے عجب خزانے لگے

لفظ کو جب بھی نارسا پایا
پھول مژگاں کے رنگ لانے لگے

اُن کے رستے میں جب قدم اُٹھے
سنگِ رہ حوصلہ بڑھانے لگے

اُن کے الطاف ذہن میں آئیں
جب شکایت زباں پہ آنے لگے

کاش مقبول ہو نیاز و گداز
کاش کاوش مری ٹھکانے لگے

وسلموا تسلیما

مرکز میرے فکر کا وہ مکّی محبوب
فطرت کی رعنائیاں جس سے ہیں منسوب
جو فرمائے عقل ہے بنیادِ اسلام
جو سمجھائے عشق کو ہر خوب و ناخوب
جس کا راس المال ہے مولا کا عرفان
وہ طالب اللہ کا اور اس کا مطلوب
ساتھی اس کا علم ہے، شوق اس کا رہوار
سر تا پا تنزیل ہے جینے کا اسلوب
جوہر سب اسلاف کے اس میں ہیں یکجا
عیسیٰؑ کا وہ زہد ہو یا صبرِ ایوبؑ

وسلموا تسلیما

اُس کی سیرت نقش ہے جن جن ذہنوں پر
وہ تہذیبِ عصر سے ہوں کیسے مرعوب

گر سنّت سرکار کی اُمّت اپنا لے
کر سکتی ہے آج بھی باطل کو مغلوب

تنویر اُس کے دین کی ہر سُو چھائے گی
یہ ارشادِ خاص ہے قرآں میں مکتوب

تائبؔ میرے واسطے سب کچھ اُسکی ذات
کھولا جس کی مدح نے ہر رازِ محجوب

وسلموا تسلیما

مہِ صفا کی تجلیوں سے چمک اٹھا ریگ زارِ بطحا
تمام دُور و دراز عالم، تمام قرب و جوارِ بطحا

خدائے برتر نے جس کو چاہا، زمانے بھر نے جسے سراہا
وہ ہے اطاعت گزارِ اسرا، وہ ہے صداقت شعارِ بطحا

وہ جوہرِ دودمانِ ہاشم، خدا کی نعمت کا جو ہے قاسم
رسائی جس کی ہے لامکاں تک وہ بے بدل شہسوارِ بطحا

وہ ارضِ پُرنور بس رہی ہے مری نگاہوں میں میرے دل میں
فدائے طیبہ نظر ہے میری تو فکر و فن ہے نثارِ بطحا

یہ آرزو ہے کہ زود تر ہو زیارتِ روضۂ پیمبرؐ
وہ دن پھر آئے خدا دکھائے مجھے بھی لیل و نہارِ بطحا

وسلموا تسلیما

برس پڑے گر سحابِ رحمت، چھٹے نہ کیوں پھر غبارِ کلفت
کھلیں نہ کیوں ذہن و دل کے غنچے جو دیکھ لوں میں بہارِ بطحا

عزیز ہے جان و دل سے مجھ کو وطن کی عزت، وطن کی حرمت
عزیز تر لیکن ان سے تاتب ہے آبروئے دیارِ بطحا

وسلموا تسلیما

مزاجِ زندگی ہے سخت برہم سیّدِ عالم
دگرگوں ہیں بہت احوالِ عالم سیّدِ عالم
نرالے درد و غم سے ہے دوچار اس عہد کا انساں
نہیں چارہ کوئی جن کا فراہم سیّدِ عالم
اسیرِ حادثاتِ نَو بنَو ہے اُمّتِ آخر
کہ اس پر یورشِ اعدا ہے پیہم سیّدِ عالم
عنایت کا ہے جویا ہر دلِ افسردہ و محزوں
طلب گارِ کرم ہر چشمِ پُرنم سیّدِ عالم
مداوا سب دُکھوں کا ہے دعا تیری شہِ والا
نظر تیری ہے سب زخموں کا مرہم سیّدِ عالم

وسلموا تسلیما

تری عظمت زمانے میں مسلّم سیّدِ عالم
مؤخّر ہو کے بھی تو ہے مقدّم سیّدِ عالم

دیارِ علم، گلزارِ ہدایت، چشمۂ رحمت
جمالِ سربسر، خیرِ مجسّم، سیّدِ عالم

تری تعلیم نے انساں پہ کھولے رازِ ہستی کے
تری ممنون ہے اولادِ آدم سیّدِ عالم

کہاں فکرِ زبوں میرا، کہاں اوج و شرف تیرا
اڑا عرشِ بریں پر تیرا پرچم سیّدِ عالم

چمن زارِ تمنا جس سے رہتا ہے تروتازہ،
وہ ہے تیری حسیں یادوں کی شبنم سیّدِ عالم

وسلموا تسلیما

پُر کرے گا کون رُوحوں کے خلا یا مصطفیٰ
تیری چشمِ لطف و رحمت کے سوا یا مصطفیٰ

کٹ کے ہم رستے سے تیرے جس قدر آگے بڑھے
جسم و جاں کا فاصلہ بڑھتا گیا یا مصطفیٰ

مال و منصب، مکر و فن ٹھہرے ہیں معیارِ شرف
مِٹ رہا ہے جذبۂ مہر و وفا یا مصطفیٰ

خیر کیشوں کے جہاں میں اُکھڑے اُکھڑے ہیں قدم
یوں ہے برگشتہ زمانے کی ہوا یا مصطفیٰ

دوڑتا ہے میری آنکھوں کی طرف دِل کا لہُو
دیکھ کر ہر گام پر خونِ حیا یا مصطفیٰ

وسلموا تسلیما

زیر دستوں پر مظالم، حق پرستوں کا مذاق
کیا نہیں دیکھا بنامِ ارتقا یا مصطفےٰ

مَیں نے شہر آشوب لکھا ہے بہ امیدِ کرم
اب تو شہر افروز دیکھوں مصطفےٰ یا مصطفےٰ

دہر میں پھر اہلِ دیں کو سرفرازی ہو نصیب
لوٹ آئے دورِ عدل و خیر کا یا مصطفےٰ

وسلموا تسلیما

رنگِ فطرت آپؐ کے فیضان سے نکھرا حضورؐ
آپؐ کی آمد سے پہلے کب یہ نقشہ تھا حضورؐ

آپؐ کا دینِ حیات آموز جب پھیلا حضورؐ
مٹ گئی یکسر تمیزِ بندہ و مولا حضورؐ

مسکرایا بختِ محزوں آدمیت کا حضورؐ
رنگ لایا خلوتوں میں آپؐ کا رونا حضورؐ

دیدۂ ہستی نے دیکھا ہے نہ دیکھے گا حضورؐ
آپؐ سا خلوت گزیں و انجمن آرا حضورؐ

آپؐ کی رفعت کا ناممکن ہے اندازا حضورؐ
کہہ دیا جب حق نے سُبحٰنَ الَّذِی اَسْرٰی حضورؐ

وسلموا تسلیما

حشر پھر ہے کائناتِ رُوح میں برپا حضورؐ
بے نواؤں پر ہو پھر بابِ عنایت وا حضورؐ
عافیت کی ساری قدریں ہیں تہ و بالا حضورؐ
ہوگیا ہے سخت مشکل سانس بھی لینا حضورؐ
آج پامالِ ستم ہے فکر بھی میرا حضورؐ
اب مسائل سے نمٹنے کا نہیں یارا حضورؐ
داغِ محرومی دکھاؤں آپ کو کیا کیا حضورؐ
کس قدر احباب میں ہوں کس قدر تنہا حضورؐ
زندگی تائبؔ کی ہے تپتا ہُوا صحرا حضورؐ
آپؐ کے الطاف کا سر پر رہے سایا حضورؐ

مہِ صفا ہو سرِ خواب جلوہ گر اے کاش
ہو نور نور مرا قریۂ نظر اے کاش

گلِ نظارہ کی خوشبو سے صحنِ جاں مہکے
زرِ عطا سے بھرے کاسۂ ہنر اے کاش

اتارنے کے لیے اشک آئنوں میں وہ عکس
نظر کے سامنے پھر ہو نبیؐ کا در اے کاش

کروں مدینے میں شامِ طرب کا استقبال
ستارہ ہو مری قسمت کا اوج پر اے کاش

اترتی دیکھوں سَحر روز اُن کے قدموں میں
دُعائے نیمِ شبی میں ہو یہ اثر اے کاش

ہیں جس کی خاک میں آسُودہ رحمتِ عالم
وہی دیار بنے میرا مستقر اے کاش

سفرِ عدم کا جو درپیش ہو مجھے تائب
دیارِ نور کی خوشبو ہو ہمسفر اے کاش

وسلموا تسلیما

آپؐ ہیں طغرائے آیاتِ ظہور آقا حضورؐ
آپ ہیں ملجائے ساعاتِ نشور آقا حضورؐ

آپؐ کا پیرایۂ ہستی جمالِ زندگی
آپؐ ہیں ہر دَور میں ذہنوں کا نور آقا حضورؐ

آپؐ کا ذکرِ مبارک آبروئے حرف و صوت
آپؐ سے رعنائیٔ فکر و شعور آقا حضورؐ

جس کی سرشاری ابد کی سرحدوں سے جا ملے
درد مندوں کو ملے ایسا حضور آقا حضورؐ

التفاتِ خاص کا ہو لفظ لفظ آئینہ دار
نعت ہو سرچشمۂ جذب و سُرور آقا حضورؐ

کتابِ زیست کا عنواں محمدِ عربی
بہارِ گلشنِ امکاں محمدِ عربی
دلیلِ عظمتِ آدم وہ ہادیٔ اکرم
حریمِ قدس کا مہماں محمدِ عربی
سکونِ دیدۂ نمناک صاحبِ لولاک
سبیلِ رحمتِ یزداں محمدِ عربی
سعادتوں کا امیں ، شارحِ کتابِ مبیں
ہمہ بصیرت و عرفاں محمدِ عربی
چراغِ راہِ مقامات ، فخرِ موجودات
نشاطِ رُوح کا ساماں محمدِ عربی
وُہ آرزوئے کلیمؑ و دعائے ابراہیمؑ
نویدِ لطفِ فراواں محمدِ عربی

آئے ہیں جب وہ منبر و محراب سامنے
تسکیں کے کھُل گئے ہیں کئی باب سامنے

کیوں جگمگا اُٹھے نہ شبِ تارِ زندگی
جب ہو رُخِ رسُولؐ کا مہتاب سامنے

پایا ہے لطفِ سروَرِ عالم کو چارہ ساز
جب ہو نہ کوئی صورتِ اسباب سامنے

سُوئے حجاز قافلۂ شوق ہے رواں
دریائے اضطراب ہے پایاب سامنے

اس زور سے دھڑکنا یہاں پر روا نہیں
ان کا حرم ہے اے دلِ بے تاب سامنے

کس شان سے حضورؐ ہیں مسجد میں جلوہ ریز
کتنے ادب سے بیٹھے ہیں اصحاب سامنے

تائبؔ فضائے شہرِ نبیؐ ہے خیال میں
یا خُلد کا ہے منظرِ شاداب سامنے

وسلموا تسلیما

جتنی اُلجھنیں ہیں ، جتنی کلفتیں ہیں
میرے بخت کی جتنی خرابیاں ہیں
آقا آپؐ کی ایک نگاہ تک ہیں
پھر شادابیاں ہی شادابیاں ہیں

مٹ کے ملیں جو آپؐ کے راستے سے
جو نصیب ہوں آپؐ کے واسطے سے
سرفرازیاں وہ سرفرازیاں ہیں
کامیابیاں وہ کامیابیاں ہیں

لمحہ لمحہ اک آپؐ کی دید چاہوں
لحظہ لحظہ بس آنکھ کی عید چاہوں
کتنے مزے کی مری بے چینیاں ہیں
کتنی قیمتی مری بے خوابیاں ہیں

وسلموا تسلیما

لُطف آپؐ کا شاملِ حال پایا
کربِ ہجر میں کیفِ وصال پایا
گویا دھڑکنیں چاپ سرکارؐ کی ہیں
خوشبُو آپؐ کی یہی بے تابیاں ہیں

تائبؔ آپ کا ہو کے فقیرِ آقاؐ
حرص و آز کا کیوں ہو اسیرِ آقاؐ
ساری نعمتیں قدموں میں آپؐ کے ہیں
دستِ پاک میں خُلد کی چابیاں ہیں

وسلموا تسلیما

اعزاز یہ سرکارؐ کی سیرت کے لیے ہے
ہر دَور میں انساں کی ہدایت کے لیے ہے

دین اُس کا ہے دستور، کتاب اُس کی ہے منشور
وُہ نورِ فلاحِ بشریت کے لیے ہے

اقصیٰ کی امامت ہو کہ تکمیلِ نبوت
ہر شان ازل سے مرے حضرتؐ کے لیے ہے

ہے پیشِ نظر اسوۂ پیغمبرِؐ آخر
ساماں یہ بہم فکر کی رفعت کے لیے ہے

کیوں ہولِ قیامت سے ہراساں ہو مرا دل
وہ شاہِ امم جب کہ شفاعت کے لیے ہے

آنکھوں میں جھلکتا ہے تصوّر شہِ دیں کا
دل پھر مرا بے تاب زیارت کے لیے ہے

ہر شعر میں پیرایۂ تسلیم ہے تائبؔ
جو کچھ بھی ہے وہ مرسلِ رحمت کے لیے ہے

آمادۂ شر پھر ہیں ستم گر مرے آقاؐ
اُمت کی خبر لے مرے سرورؐ، مرے آقاؐ

افغانیوں پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے
خونریز ہیں کہسار کے منظر مرے آقاؐ

مسموم و شرربار ہیں کابل کی فضائیں
مغموم ہیں شمشاد و صنوبر مرے آقاؐ

ہے سطوتِ محمودؒ مسلماں سے گلہ مند
غزنی کا ہر اک ذرّہ ہے مضطر مرے آقاؐ

پھر بھیک ہمیں قوتِ حیدرؓ کی عطا ہو
اک حشر بپا ہے پسِ خیبر مرے آقاؐ

فریاد کناں ہیں در و دیوارِ فلسطین
ہیں نوحہ بلب مسجد و منبر مرے آقاؐ

نبیوں کی زمیں منتظرِ حرفِ اذاں ہے
پہنچے کوئی اسلام کا لشکر مرے آقاؐ
سازش سے یہود اور نصاریٰ کی جہاں میں
توحید کے فرزند ہیں بے گھر مرے آقاؐ
صیہونیت افرنگ کے بل پر ہے تنومند
غازی ترے دم سے ہیں تونگر مرے آقاؐ
ہر دَورِ پُرآشوب میں اک تیری دُعا نے
بدلا ہے مسلماں کا مقدّر مرے آقاؐ
توفیقِ جہاد اُمتِ آخر کو بھی مل جائے
طاغوت صف آرا ہے جو کھُل کر مرے آقاؐ
پھر غلبۂ اسلام ہو آفاق میں ہر سُو
تائب کو یہ حسرت ہے برابر مرے آقاؐ

یکتا ہے ترا طرزِ عمل، احمدِ مرسل
اے سرورِ دیں، نورِ ازل، احمدِ مرسل
شاہد تری دعوت کے ہیں صحرا شہرِ والا
پرتو تری ہمّت کے جبل، احمدِ مرسل
کھائی ہے قسم عمرِ مبارک کی خدا نے
صدیوں پہ ہیں بھاری ترے پل احمدِ مرسل
پایا ترے افکار سے اربابِ خرد نے
ہر مسئلۂ زیست کا حل احمدِ مرسل
بس تیری رسالت سے براہیم کی ملت
دنیا میں ہوئی خیرِ ملل، احمدِ مرسل
ہر فیصلۂ وقت ہے پابندِ تغیّر
ہیں تیرے نوامیس اٹل احمدِ مرسل

وسلموا تسلیما

رُوح کی تسکیں ہے ذِکرِ احمدِؐ مختار میں
شانِ رحمت جلوہ گر ہے آپ کے اَنوار میں

اس مہِ کامل کے جلووں سے منوّر عرش و فرش
اس گُلِ رعنا کی خوشبو قریہ و بازار میں

آپ کے در سے ملا انساں کو ذوقِ آگہی
ہر غمِ دل کا ہے درماں آپ کی سرکار میں

اُن کا ثانی کوئی پیدا ہو نہیں سکتا کبھی
صدق میں، اخلاص میں، گفتار میں، کردار میں

تائبؔ اندازِ کرم پر جان و دل سے ہو نثار
باریابی ہو جو دربارِ شہِؐ ابرار میں

وسلموا تسلیما

اعتبارِ نطق ہے گفتارِ خیرؐ الانبیاء
نَو بہارِ خُلق ہے کردارِ خیرؐ الانبیاء
حُسن بن کر زیست کے آفاق پر لہرا گئے
صورتِ قوسِ قزح افکارِ خیرؐ الانبیاءَ
مشعلِ راہِ ہدایت آپؐ کی شرعِ متیں
ہیں دو عالم کو محیط انوارِ خیرؐ الانبیاءَ
رنگ و بوئے دہر پامالِ خزاں ہو جائیگا
کم نہ ہوگی نزہتِ گلزارِ خیرؐ الانبیاءَ
سر جُھکاتے ہیں فقیر و تاجدار آکر یہاں
اللہ اللہ شوکتِ دربارِ خیرؐ الانبیاءَ
کیوں نہ تائبؔ آبروئے مصطفےٰ پر جان دیں
موت پر ٹھہرا ہے جب دیدارِ خیرؐ الانبیاءَ

دنیا کے مسئلے ہوں کہ عقبیٰ کے مرحلے
سرکارؐ کے سپرد ہیں سارے معاملے
وہ سیدِؐ انام کی نوریں حیات ہے
جس نے ہر ایک دل کو دیے تازہ ولولے
اس پر نہ کیوں نثار کروں سب مسرتیں
جس نام کے طفیل مری ہر بلا ٹلے
جوشِ طرب سے غنچۂ امید کھل اٹھے
جب اُس کے التفات کی بادِ صبا چلے
شہرِ حضورؐ ہر کس و ناکس کے واسطے
جائے اَماں ہے چرخِ ستمگار کے تلے
پروانہ وار جس پہ فدا کائنات ہے
یارب! وہ شمعِ طاقِ حرم تا ابد جلے

کیوں نہ عالم ہو دریوزہ گر آپ کا
ہے لقب جب کہ خیر البشر آپ کا

شام کے منظروں کو تلاش آپ کی
اِذن چاہے ہے طلوعِ سحر آپ کا

نیند سے چونکتا کیوں نہیں کارواں
نغمہ زن رات دن ہے گجر آپ کا

میری نظروں میں سرچشمۂ زیست ہے،
شہرِ طیبہ کہ ہے مستقر آپ کا

اتنی مہلت تو دے مجھ کو دستِ اجل
ایک بار اور دیکھوں نگر آپ کا

بھُولیے گا نہ تائبؔ کو روزِ جزا
نام لیتا رہا عمر بھر آپ کا

خلق دیتی ہے دہائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ
کرب سے اب ہو رہائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

دہر میں پھر دَورِ عدل و خیر کا آغاز ہو
آج کہتی ہے خدائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

اَور کس کے دَر پہ جائیں تجھ سے جب وابستہ ہے
دین و دنیا کی بھلائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

گردشِ ایّام کے ہاتھوں صدا دینے لگے
اب تو زخمِ نارسائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

جاں بہارِ قرب دیکھے سیّدی یا سیّدی
ہے کٹھن دشتِ جُدائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

وسلموا تسليما

نورِ نگاہِ خَلق ہو، رنگِ رُخِ حیات ہو
زینتِ عرش و فرش ہو، رونقِ شش جہات ہو

عدل کی صبحِ زرنگار، خیر کا باغِ پُربہار
علم کا شہرِ بے کنار، حُسن کی کائنات ہو

شاہِ گلیم پوش بھی، رہبرِ عقل و ہوش بھی
مرسلِ حق نیوش بھی، مظہرِ نورِ ذات ہو

قائدِ مرسلیں تمھی، ہادیٔ آخریں تمھی
رحمتِ عالمیں تمھی، مصدرِ التفات ہو

اب تو سنو انیسِ جاں! نالۂ شب گزیدگاں
صبح کا نور ہو عیاں ظلمتِ شب کو مات ہو

وسلموا تسلیما

اے شاہِ دیں! نجات کا عنواں ہے تیری یاد
نورِ حیات و مایۂ ایماں ہے تیری یاد
روشن ہے جس کی ضَو سے جہانِ دل ونظر
وہ شمعِ تابناک و فروزاں ہے تیری یاد
ہر سینۂ فگار کی تسکیں ترا خیال
ہر جانِ دردمند کا درماں ہے تیری یاد
ہر حال میں نویدِ مسرّت ہے تیرا نام
ہر فصل میں بہار بداماں ہے تیری یاد
تائبؔ کی لَے میں سوزِ نوائے حجاز ہے
سرمایۂ نشاطِ فراواں ہے تیری یاد

وسلموا تسلیما

خوش ہوں کہ میری خاک ہی احمد نگر[۱] کی ہے
مجھ پر نظر ازل سے شہِ بحر و بر کی ہے

تابش مری نظر میں ہے اُس رہگزار کی
جس پر نثار جلوہ فشانی قمر کی ہے

لب پر ہے بات خُلقِ رسُولِ کریم کی
آمد ریاضِ جاں میں نسیمِ سحر کی ہے

شاید کیا ہے یاد مجھے پھر حضورؐ نے
پھر کیفیت عجیب مری چشمِ تر کی ہے

یادِ نبیؐ ہو منزلِ عقبیٰ میں ساتھ ساتھ
میری بس ایک یافت یہی عمر بھر کی ہے

[۱] احمد نگر (ضلع گوجرانوالہ) [شاعر کے آبائی گاؤں کا نام]

منوّر ہو گیا عالم کا سینہ
خوشا تابانیٔ ماہِ مدینہ

ملی ہے تازگی قلبِ تپاں کو
بڑے کام آئی ہے آہِ شبینہ

مری نظروں میں ہے وہ رُوحِ کونین
لُٹایا جس نے معنی کا خزینہ

نویدِ مغفرت جس کی اطاعت
شریعت جس کی بامِ حق کا زینہ

وسلموا تسلیما

سُجھایا جس نے غمخواری کا انداز
سِکھایا جس نے جینے کا قرینہ

جِلا دم توڑتی قدروں کو بخشی
بنایا جس نے یثرب کو مدینہ

نِکالا جس نے گردابِ بلا سے
پریشاں آدمیّت کا سفِینہ

وسلموا تسلیما

کس نے پایا ہے جہاں کی رہنمائی کا شرف
کس کو بخشا ہے خدا نے مصطفائی کا شرف

ہستیِ ختمِ رُسُل ہے زیب دیتا ہے جسے
کشتیِ انسانیت کی ناخدائی کا شرف

آپ کی ذاتِ گرامی کے سوا کس کو ملا
سرورِ دیں کا لقب، خیر الورائی کا شرف

پیشوائے انبیا ہیں، صاحبِ اسرا بھی ہیں
لامکاں تک آپ کو حاصل رسائی کا شرف

اپنی خوش بختی پہ تائبؔ کیوں نہ مجھ کو ناز ہو
کم نہیں سرکارؐ کی مدحت سرائی کا شرف

وسلموا تسلیما

دلِ محزوں میں یادِ مصطفیٰؐ ہے
اندھیرے میں چراغ اِک جل رہا ہے

ملا ہے مرسلِ رحمتؐ کا داماں
غمِ دوراں سے اب کیا واسطا ہے

سفینے کو نہیں کچھ خوفِ طوفاں
پناہِ سرورِؐ دیں میں چلا ہے

ہیں اس کے نام کی نسبت پہ نازاں
جو ساری اُمتوں کا رہنما ہے

جو اسرارِ الٰہی کا ہے محرم
وہی جو تاجدارِ انبیا ہے

وسلموا تسلیما

ازل سے جس کی عظمت ہے مسلّم
ابد تک کے لیے جو پیشوا ہے

تصرّف میں ہے جس کے ذہنِ عالم
جو قلب و روح کا فرمانروا ہے

کیا ہے نعت میں دیوان تائبؔ
مری بخشش کا ساماں ہو گیا ہے

وسلموا تسلیما

شرحِ غم ہے اشکِ خونیں اے شہنشاہِ مدینہ!
اِک نگاہِ مہر آگیں اے شہنشاہِ مدینہ!

تُو دوائے قلبِ غمگیں، تُو ضیائے چشمِ حق بیں
تُو ہی طٰہٰ، تُو ہی یٰسیں اے شہنشاہِ مدینہ!

تجھ سے صبحِ زیست رنگیں، تجھ سے باغِ دہر مشکیں
تجھ سے زہرِ غم بھی شیریں اے شہنشاہِ مدینہ!

منزلِ حق، مرکزِ دیں، تیرا اُسوہ، تیرا آئیں
دَور تیرا دورِ زرّیں اے شہنشاہِ مدینہ!

فکر تیرا جانِ تمکیں، ذکر تیرا روحِ تحسیں
تُو دلِ تائب کی تسکیں اے شہنشاہِ مدینہ!

وسلموا تسلیما

محبوبِ کردگار ہیں آقائےؐ نامدار
نبیوں کے تاجدار ہیں آقائےؐ نامدار

زیرِ نگیں ہے جن کے ہر اقلیمِ جان و دل
صرف ایک شہریار ہیں آقائےؐ نامدار

رحمت میں سلسبیل رواں ہیں مرے حضورؐ
ہمت میں کوہسار ہیں آقائےؐ نامدار

وسعت کو جس کی پا نہ سکا کوئی آج تک
وہ بحرِ بے کنار ہیں آقائےؐ نامدار

وسلموا تسلیما

آلامِ روزگار کا مجھ کو نہیں ہے ڈر
میرے نگاہ دار ہیں آقائے نامدار

ہر آنکھ کا ہیں نور وُہ ہر جان کا سرُور
ہر قلب کا قرار ہیں آقائے نامدار

تابؔش سے عاصیوں کی شفاعت کے واسطے
آقائے نامدار ہیں آقائے نامدار

وسلموا تسلیما

دنیائے دل ہے زیر و زبر سیّد البشرؐ
ہم بیکسوں کی لیجے خبر سیّد البشرؐ

مہرِ عروج اب تو دکھائے ہمیں جھلک
شامِ زوال کی ہو سحر سیّد البشرؐ

آخر پئیں گے زہرِ غمِ زیست تا بہ کے
تیرے کرم کے دستِ نگر سیّد البشرؐ

کب تک رہے گی ملّتِ بیضا رہینِ یاس
اے چارہ سازِ دردِ بشر سیّد البشرؐ

لہکیں گے کب فضاؤں میں نغمے بہار کے
مہکیں گے کب دلوں کے نگر سیّد البشرؐ

کب ہو گا شعرِ تائب عاجز اثر پذیر
کب لائے گا ثمر یہ شجر سیّد البشرؐ

وسلموا تسلیما

ادراک سے پرے ہے مقامِ شہِؐ عرب
عالم ہے زیرِ سایۂ بامِ شہِؐ عرب
انساں کو جس کی ضَو سے ملی منزلِ مُراد
وہ شمعِ عافیت ہے نظامِ شہِؐ عرب
تسکینِ جانِ مضطرب اس کی نوا میں ہے
پیغامِ عافیت ہے پیامِ شہِؐ عرب
انداز دل نشیں ہے رسُولِ کریم کا
رحمت کا ترجماں ہے کلامِ شہِؐ عرب
مٹ جائیں گے نقوش سبھی لوحِ دہر سے
لیکن رہے گا ثبت دوامِ شہِؐ عرب
تائب زر و گہُر کی نہیں مجھ کو آرزو
کافی ہے میرے واسطے نامِ شہِؐ عرب

وسلموا تسلیما

دیارِ محبوبؐ کے مسافر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
جو دیکھنا دلکشا مناظر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

قبا میں جب ہوں ادا نوافل، سکون پائیں جو دیدۂ دل
جو کیف میں روح بھی ہو ذاکر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

جو بالمقابل ہو باغِ سلمانؓ، نوازشِ مصطفےٰؐ کا عنواں
شگفتہ جب ہو ریاضِ خاطر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

ملے جو رحمت کا عید نامہ، جو پاس ہو مسجدِ غمامہ
جو دل ہو طیّب، جو جاں ہو طاہر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

وسلموا تسلیما

نگاہ میں جب ہو سبز گنبد، لبوں پہ صلِّ علیٰ محمد
جو سامنے ہوں حرم کے طائر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

سحابِ جذبات جب ہو اُمڈا، جو وقت ہو خاص رحمتوں کا
جو اُن کی شانِ کرم ہو ظاہر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

غمِ جدائی میں چُور ہو کر، مواجۂ سیّد الوریٰ پر
جو پیش کرنا سلامِ آخر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

قرب و حضور

سرچشمۂ عطا درِ خیرؐ الوریٰ کی خیر
گنبد سے جان و دل میں اترتی ضیا کی خیر

ہر بابِ مسجدِ نبوی ہے درِ مراد
ہر زاویے سے اس حرمِ دلکشا کی خیر

وابستہ ہے اسی سے نشاطِ دل و نظر
مقصورہ و مواجہ کی نوریں فضا کی خیر

ہو منبرِ رسولؐ سے بیتِ حضورؐ تک
ہر یادگارِ خواجۂ ارض و سما کی خیر

ص

جاں کا خرابہ رشکِ حدیقہ بنا دیا
اے شہرِ مصطفیٰ تری آب و ہوا کی خیر

طیبہ کے پاسبانِ احد کے لیے سلام
تقویٰ پہ استوار حریمِ قبا کی خیر

لوں سانس آخری قدمینِ رسولؐ میں
اور مانگتا رہوں درِ خیر النساؑ کی خیر

--

وسلموا تسلیما

مدینے کی جنّت مرے سامنے ہے
جمالِ رسالت مرے سامنے ہے

ہٹے درمیاں سے زمانوں کے پردے
وہ دورِ سعادت مرے سامنے ہے

اُحد کے قوی ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں
کہ آغوشِ رحمت مرے سامنے ہے

کلس گنبدِ سبز پر ہے فروزاں
مرا نجمِ قسمت مرے سامنے ہے

مواجہ پہ سر کو جھکائے کھڑا ہوں
ہر امکانِ رفعت مرے سامنے ہے

وسلموا تسليما

قبا میں نوافل ادا کر رہا ہوں
نرالی بشارت مرے سامنے ہے

عمل میں بھی عکس آپ کے چاہتا ہوں
نئی اک مسافت مرے سامنے ہے

حرم سے نئے ولولے لا رہا ہوں
طریقِ اطاعت مرے سامنے ہے

کھڑا بابِ کعبہ پہ ہوں اور تائب
پیمبر کی صورت مرے سامنے ہے

وسلموا تسلیما

حاضر ہے درِ دولت پہ گدا سرکارؐ توجہ فرمائیں
محتاجِ نظر ہے حال مرا سرکارؐ توجہ فرمائیں

مَیں کر کے ستم اپنی جاں پر جَاءُوْکَ لبِ حق سے سُن کر
آیا ہوں بہت شرمندہ سا سرکارؐ توجہ فرمائیں

میں کب آنے کے قابل تھا، رحمت نے یہاں تک پہنچایا
سرکارؐ پہ تن من جان فدا سرکارؐ توجہ فرمائیں

آنسو آنسو ہے فریادی اور عرضِ کرم ہچکی ہچکی
دھڑکن دھڑکن دیتی ہے صدا سرکارؐ توجہ فرمائیں

اِک میں ہی نہیں پوری امت، ساری دنیا، ساری خلقت
تکتی ہے رستہ رحمت کا سرکارؐ توجہ فرمائیں

وسلموا تسلیما

سامنے ہیں سیّدِ ابرار اللہ الصمد
بے نوا ہے حاضرِ دربار اللہ الصمد

اک خطا کیش اور شفاعت کی نویدِ جانفزا
اِک فقیر اور دولتِ دیدار اللہ الصمد

چشمِ ویراں میں بہارِ روضۂ خیرالانام
تشنہ جاں پر بارشِ انوار اللہ الصمد

دم بخود ہوں مَیں سُنہری جالیوں کے رُوبرُو
چُپ بھی ہے پیرایۂ اظہار اللہ الصمد

درگہِ سرکار میں تائبؔ ہے مشغولِ ثنا
یہ عروجِ طالعِ بیدار اللہ الصمد

دلوں کا شوق ، رُوحوں کا تقاضا گنبدِ خضرا
زمانے کی نگاہوں کا اُجالا گنبدِ خضرا

گلستانِ جہاں میں زندگی پرور بہار اس کی
سرِ آفاق لہراتا سویرا گنبدِ خضرا

جو رنگ و بو کی دنیا سر زمینِ شہرِ طیبہ ہے
تو خلدِ چشم و فردوسِ تمنّا گنبدِ خضرا

فلاح و کامرانی کی بشارت اہلِ ایماں کو
گنہگاروں کو رحمت کا اشارا گنبدِ خضرا

وسلموا تسلیما

حبیبِ کبریا سائے میں اس کے محوِ راحت ہیں
دو عالم میں اسی باعث ہے یکتا گنبدِ خضرا

شفائے خاطرِ اُمّت ، ہوائے کوچۂ حضرتؐ
نگاہوں کی اداسی کا مداوا گنبدِ خضرا

خدا کا شکر تائبؔ کی نگاہوں نے بھی دیکھا ہے
وہ ہر سینے کے اندر بسنے والا گنبدِ خضرا

حفیظ تائب کے لیے

— عبدالعزیز خالد

دنیا بھی ہے دیں حفیظ تائب کے لیے
اس شاعرِ شعر چست و صائب کے لیے
محبوبِؐ خدا کی مدح سے بڑھ کے نہیں
اعزاز کوئی خدا کے تائب کے لیے

ہے نعتِ نبیؐ حفیظ تائب کی شناخت
بے ساختہ جس کے بیت ابیات کی ساخت
قدرت نے عطا اس کو کیا جو ملکہ
کی اس نے جگر کے خوں سے اس کی پرداخت

لحن اس کا ہو کیوں نہ حاملِ سوز و گداز
نسدن جو کرے سروش سے راز و نیاز
ہو جس کے لب و لہجہ میں شامل وہ سرود
جس پر کہ زبانِ عشق و مستی کو بھی ناز

اس کو فقط اِک شاعرِ خوش گو نہ کہو
اے اہلِ سخن رنگِ سخن تو دیکھو
ہے باعثِ افتخارِ ملک اس کا وجود
دے سکتے ہو جتنی بھی اسے عزّت دو

کرتا رہے یونہی حقِ گفتار ادا
یونہی پھیلاتا رہے خوشبوئے ثنا
دے اس کو خداوند خدا عمر دراز
اک دوست کی دوست کے لیے ہے یہ دُعا

○

ــــــ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۹ اپریل ۱۹۸۹ء